ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
جولائی 2012ء

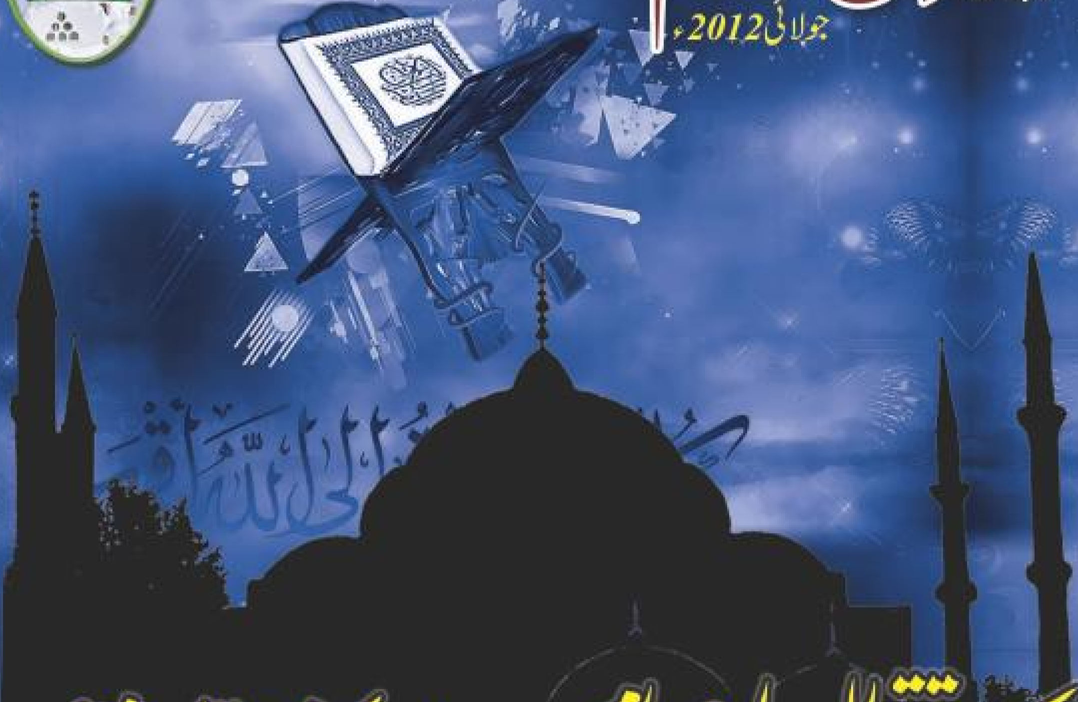

اِستقبالِ ماہِ صیام اور روزہ کے فضائل وفوائد

اُمّ المومنین حضرت سیدہ
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

تجدید واحیائے دین
اور
تحریکِ منہاج القرآن

فرمان الٰہی

وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ. وَاِنْ تَدْعُوْھُمْ اِلَی الْھُدٰی لَا یَسْمَعُوْا ط وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَایُبْصِرُوْنَ. خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ. وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ ط اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ. اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ. (الاعراف، ۷:۱۹۷تا۲۰۱)

’’اور جن (بتوں) کو تم اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنے آپ کی مدد کر سکتے ہیں ○ اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ سن (بھی) نہیں سکیں گے، اور آپ ان (بتوں) کو دیکھتے ہیں (وہ اس طرح تراشے گئے ہیں) کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالاں کہ وہ (کچھ) نہیں دیکھتے ○ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ درگزر فرمانا اختیار کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں ○ اور (اے انسان!) اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (ان امور کے خلاف) تجھے ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، بے شک وہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ بے شک جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہے، جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی چھو لیتا ہے (تو وہ اللہ کے امر و نہی اور شیطان کے دجل و عداوت کو) یاد کرنے لگتے ہیں سو اسی وقت ان کی (بصیرت کی) آنکھیں کھل جاتی ہیں‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟ أَ لَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَأَرْزُقَهُ؟ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ؟ أَ لَا كَذَا أَ لَا كَذَا؟ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه.

’’حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب پندرہ شعبان کی رات ہو تو اس رات کو قیام کیا کرو اور دن کو روزہ رکھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے: کیا کوئی میری بخشش کا طالب ہے کہ میں اسے بخش دوں؟ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں؟ کیا کوئی بیمار ہے کہ میں اسے شفا دوں؟ کیا کوئی ایسے ہے؟ ایسے ہے؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔‘‘

(ماخوذ از المنہاج السّوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۲۳۰)

حمد باری تعالیٰ

تُو ہی تَو خالق مطلق ہے دو جہاں کے لئے
تو ہی سہارا ہے ہم جیسے بے اماں کے لئے

ترا شریک کوئی ہے، نہ کوئی ہم سر ہے
تو ہی ہے مالکِ کل، تنہا انس و جاں کے لئے

تو ہی نے بندوں کی خاطر ہدایتیں بھیجیں
صحیفے تو نے اتارے ہیں مُرسلاں کے لئے

الٰہی جذبِ عقیدت میں استقامت دے
سکوں عطا ہو مجھے عمرِ جاوداں کے لئے

بھٹک رہا ہوں اماں کی تلاش میں کب سے
ٹھکانہ کوئی میسر ہو بے کساں کے لئے

لکھوں میں حمد و ثناء عمر بھر عقیدت سے
ملے نہ وقت کوئی اور داستاں کے لئے

جمیلؔ حافظ و ناصر خدا ہے گلشن کا
اماں اسی سے میں چاہوں گا گستاں کے لئے

(جمیلؔ عظیم آبادی)

نعت رسول مقبول ﷺ

کرم اے شاہِ خوش القاب کردے
مری فصلِ نوا شاداب کردے
تریؐ رحمت مثال ابرِ نیساں
جو قطرے کو دُرِ خوش آب کردے
جہاں افروز وہ تیریؐ تجلی
کہ روشن روئے خاک و آب کردے
نظر تیریؐ کرے ذرے کو خورشید
خذف کو گوہرِ نایاب کردے
اگر ہو تیرے ابرو کا اشارہ
تو شق اپنا جگر مہتاب کردے
ترےؐ ابرِ کرم سے دور کیا ہے
کہ میری کشتِ جاں سیراب کردے
ہے بے برگ و ثمر نخلِ تمنا
اسے بھی ایک دن شاداب کردے
درِ جاں بند ہے کھلتا نہیں ہے
جو تُوؐ چاہے تو فتح باب کردے
نہیں ساحل اگر میرا مقدر
تُوؐ میری موج کو گرداب کردے
غم اپنا، درد اپنا، عشق اپنا
یہی میرے خیال و خواب کردے
مرے داغِ جگر کو اپنی ضَو سے
چمک میں غیرتِ مہتاب کردے
بڑی ہے دین تیریؐ میرے داتا
میرا زخمِ ہنر شاداب کردے

(جمال پانی پتی)

اعمال کا پھل

توانائی کے بدترین بحران نے بلاشبہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معمولات کو جھنجھوڑ دیا ہے مگر مسئلہ صرف یہ نہیں ہے۔ لوڈشیڈنگ عوام کو درپیش مسائل میں سرفہرست اس لئے ہے کہ اس نے زندگی کے ہر شعبے کو تہہ و بالا کیا ہوا ہے ورنہ ہوشربا مہنگائی غریب سے جینے کا حق کب کا چھین چکی۔ بے روزگاری کے الاؤ میں جلنے والے نوجوان ڈگریوں کو حسرت و یاس سے گھورے جارہے ہیں (نشہ، اخلاقی بے راہ روی اور خودOں کا رجحان اسی لئے بڑھ رہا ہے۔) خونی رشتوں کی بے قدری عام ہے، ناپ تول میں ہیرا ¢ی ترقی کر کے ذبح کئے گئے جانوروں میں پریشر کے ساتھ پانی بھرنے تک V گئی ہے۔ اعلیٰ اخلاقی رویے چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بمشکل ملتے ہیں۔ بیرونی دنیا میں ہمارا • انتہا I ی، دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ، بم دھماکے، خودکش ç اور کشکول لے کر پھرنے والے x انوں کی حامل قوم کے طور پر راسخ ہوچکا ہے۔ مقتدر طبقے کا احساس ذمہ داری ہے کہ ''مٹی پاؤ'' کے دوحرفی ¿ میں دفن۔

ہمارا خواندگی کا تناسب L بھی قابل عزت نہیں رہا مگر ڈگری زدہ مقتدران ہی تو ہیں جو اس ملک کی معیشت کو چاٹ رہے ہیں۔ ان کو تعلیم ہی اس نیت سے دلائی گئی کہ یہ دیمک جیسے مہلک کیڑے کے ہم منصب بن جائیں۔ (شرح خواندگی 100 , ضرور ہونا چاہئے مگر ساتھ نظام تعلیم میں ضروری اصلاحات اور تربیت کا جاندار اور موثر نظام ناگزیر ہے۔) ہماری سیاست میں چند خاندانوں کو ملک کا راجا بننے کا موروثی حق حاصل ہے اور اس سارے عمل کا نام I ریت رکھ دیا گیا ہے۔ ملک کے دانشور، چوٹی کے سیاست دان اور میڈیا کے بڑے انتخابی نظام میں موجود عوام کش جرثوموں کی نشاندہی اور انہیں ختم کرنے کی بجائے اس کے تحت ہی ا $ کرانے کے مسلسل عمل کو I ریت™ بیٹھے ہیں۔ وہ انتخاب کو ہی احتساب B ہیں اور پانچ سال میں کھربوں کی لوٹ مار کو ارتقائی عمل کا خوبصورت نام دے دیتے ہیں کہ اسی کا تسلسل ہمیں I ریت کی اس اعلیٰ سطح پر لے جائے گا جہاں ہمارا نام ایشیاء کی بڑی è ں کی فہرست میں آجائے گا۔ موجودہ نظام انتخاب نے اب تک ایسے سیاسی طبقے کو ہی جنم دیا ہے جو حب الوطنی، بصیرت، دیانتداری اور اہلیت جیسے اوصاف سے محرومی کے ساتھ ساتھ کمال درجے کی بے ضمیری اور بے - سے بھی آلودہ ہے۔ ا ¦ ں میں ٹھ والے اراکین اور وزراء کی غالب ترین اکثریت کرپشن کے گند میں m ی ہے اور وہ خود سے اٹھنے والے تعفن کو برداشت کرنے میں ''کمال'' حاصل کر چکے ہیں۔ قوم کے کھربوں روپے ہڑپ کرنے والوں کی ہوس استقامت کے اس معیار پر ہے کہ اگر پچیس تیس سال پہلے اس جہان سے رخصت ہونے والے کسی محبّ وطن کو دوبارہ زندگی کی '' Ú '' مل جائے تو وہ اس ''ظلم'' پر احتجاجاً خودکشی کر لے گا۔

چند خاندانوں کی آماجگاہ (غیر حقیقی پارلیمنٹ) کو بالادست قرار دلوانے کی ضد چٹان کا روپ دھار چکی ہے مگر اس ادارے کے é اپنے کردار کا آئینہ دیکھنے سے خوف زدہ ہیں۔ ملک و قوم کی بجائے اب پارٹیوں اور شخصیات سے ''وفاداری'' کا کلچر سیاست کا طرہ ا q ز ہے اور اس کا اظہار کرنے میں سیاستدان کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ š رکی سیاست بوریا بستر • کر کب کی جاچکی ہے، اب ''وفاداریاں'' اور ''یاریاں'' ہیں، جن کے طفیل عہدوں کی خیرات مِل‌ی ہے۔ یہ سارے دجالی رویے پوری آب و تاب کے ساتھ روزانہ عوام کے شعور کے بند کواڑوں پر دستک دیتے ہیں مگر کیا کیجئے ہمارے کان بے شعوری کی روئی اور آنکھیں خوفزدہ کبوتر کی طرح بند ہیں۔

ہم عوام کس مشکل میں پھنس گئے کہ نجات کی راہ دیکھنے سے بھی معذور ہیں۔ قوم کے دردمند طبقے کی آہیں بے ³ ہیں،

کردار اور تقویٰ کی اعلیٰ مسندوں پر بیٹھے والوں کی دعائیں بھی معلق ہیں، باکردار، باصلاحیت، دیانتدار اور پیشہ وارانہ مہارت میں کمال کے حاملین ملک کے لئے کچھ کرگزرنے کے جذبے کے باوجود بے بسی کے مجسمے ہیں۔ ملک کا 4 ین دماغ بے قدری اور حالات سے مجبور ہوکر بیرونی دنیا کا رخ کررہا ہے اور ملک ہے کہ آ ئی تحفظ زدہ ڈاکوؤں کے رحم وکرم پر جو اسے نوچ رہے ہیں بھنبھوڑ رہے ہیں۔ عوام کے خون Õ کی کمائی ڈالرز اور پاؤنڈز میں تبدیل ہوکر لٹیروں کی تجوریوں اور ان کے بیرونی اکاؤنٹس میں جارہی ہے اور پہلے سے اربوں ڈالر کے قرض میں جکڑے 18 کروڑ عوام کا بوجھ فی کس روزانہ کی بنیاد پر بڑھتا ہی جارہا ہے۔

ہم میں سے اکثریت کی حالت یہ ہے کہ Î میں کسی کی موت یا ملک میں ہونے والا بڑے سے بڑا سانحہ بھی آ \ ں میں آنسو اور دل میں ملال کی کیفیت پیدا نہیں کرتا اور ہم اپنے معمولات میں مگن و بے خود رہتے ہیں۔ پوری قوم بلاشبہ اللہ کی شدید نارW کی گرفت میں ہے اسی لئے تو زندگی کی بنیادی ضروریات چھن رہی ہیں، محدود ہورہی ہیں۔ اشیائے ضروریہ کا قحط ہے۔ بے روزگاری عام ہوچکی، ^ حلال کمانا مشکل ترین امر ہے۔غربت وÙستی ہے کہ Î کس رہی ہے، دو وقت کی روٹی کے لئے انسان مشین بن کر صرف اپنے گھر تک محدود ہے اور دیگر خونی رشتوں سے تقریباً کٹتا جارہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ موجودہ x ان ہمارے اعمال کا پھل ہی تو ہیں اس لئے اصلاح اعمال ناگزیر ہے۔ہمیں سنبھلنا ہوگا، رجوع الی اللہ اور رجوع الی القرآن کی پناہ لینا ہوگی کیونکہ ہم کمزور اور بے حیثیت اس کی قہاریت کے 3 نہیں ہوM۔ہمیں اپنی بے " کا اقرار کرکے ندامت و شرمندگی کی وادیوں کی سیر کرنا ہوگی اور مولا کو منانے کے لئے ہر جتن کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ انسانوں کی تمام تر بداعمالیوں، کوتاہیوں کے باوجود بھی رحم اور معاف کرنے سے گریزاں نہیں ہوتا۔ ہر دور میں ایک اجتماعیت ایسی ہوتی ہے جو فسق و فجور اور تمام تر t رویوں کے خلاف شدید ترین مزاحمت کے باوجود اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہوتی ہے اور وہ ارتقائی عمل سے گزر کر فرعونی، شدادی اور یزیدی رجحانات والی قوتوں کو مکافات عمل کے گڑھے میں N کر بالآخر مردہ ترین معاشروں میں بھی نہ صرف زندگی کی رمق پیدا کردیتی ہے É ان کو اصلاح احوال کا شعور دے کر کھویا ہوا عروج بھی دوبارہ عطا کردیتی ہے۔

پاکستان بلاشبہ تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہا ہے مگر عوام کو حوصلہ نہیں ہارنا۔ انفرادی اور اجتماعی احتساب کے عمل سے گزر کر پھر سے قوم بننا ہے۔ اجتماعی توبہ ہماری اولین ترجیح بن جائے، ہر فرد برے اعمال سے تائب ہوکر اپنی ذات کی اندھیر نگری کو نور سے بھرنے کی سعی شروع کردے، سربراہ گھر کے افراد اور خاندان کی اصلاح کا بیڑہ اٹھالے۔ روزانہ رات کی تاریکی میں مصلے پر کچھ وقت گزار کر رب کو منانے کی محنت کی جائے، اخلاقی اقدار کی بحالی میں ہر شخص کردار ادا کرے۔ تحمل، برداشت، مواخات اور صلہ رحمی کے کلچر کو عام کیا جائے اور ملک کی تقدیر پر قابض لٹیروں سے نجات کے لئے موجودہ دور کی ایسی اجتماعیت کا حصہ بنا جائے جو صراط مستقیم کی طرف بلا رہی ہے، قرآن کے راستے پر چلنے کی صدا دے رہی ہے اور وہ اجتماعیت اللہ کے اس نظام کے نفاذ کے لئے موجودہ ظالمانہ استحصالی اور عوام کے حقیقی دشمن نظام کی تبدیلی کے لئے اپنا کردار ادا کررہی ہے۔ اس وقت ظالمانہ نظام کی تبدیلی کے لئے ایک ہی آواز ہے جو عوام کو پکار رہی ہے۔ اخلاص نیت اور درود سے معمور یہ صدا احساس زیاں کو بیدار کررہی ہے کیونکہ لٹ جانے کا شعور عوام کو قوم بناتا ہے اور تنزلی کی پاتال سے عروج کی سیڑھیاں چڑھاتا ہے۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ اسلاف کے عظیم واسطوں سے جڑی اس آواز کے ہمنوا ہیں۔ یہ ندا اس دور کے انعام یافتہ بندے عالم اسلام کے بطل جلیل شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ہے جو مسائل کا باریک بینی سے ادراک بھی رکھتے ہیں، ان کے دائمی حل کی å پلاننگ اور اس کے نفاذ کی صلاحیت بھی۔ بس ہمیں جدوجہد تیز تر کرنا ہے۔ اللہ کی مدد ضرور ã گی ضرور ã گی۔

ہمہ جہتی بیداریِ شعور کی ضرورت

عالمی ورکرز کنونشن سے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

قسط دوم

ترتیب و تدوین: جلیل اَحمد ہاشمی

دورِ فتن میں رائے عامہ کی عدم پیروی

ہم اِس وقت اُس زمانے میں داخل ہو چکے ہیں جس کی خبر حضور نبی اکرم ﷺ نے بڑے واضح طور پر فرما دی ہے جسے حضرت انس بن مالک ﷛ نے روایت کیا ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

تَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنٌ ...... يَبِيعُ أَقْوَامٌ دِينَهُمْ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا.

(ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء ستكون فتن، ٤: ٤٢٣، رقم: ٢١٩٧)

’’قیامت سے پہلے فتنوں کا دور آ جائے گا ...... لوگ اپنے دین کو دنیا کی خاطر بیچیں گے‘‘۔

یعنی لوگ اپنے دین کو دُنیوی اَغراض و مقاصد اور مال و دولت کے عوض بیچ ڈالیں گے اور کرپشن کا کلچر عام ہوگا۔ ہر شخص اِلّا ما شاء اللہ اسے بطور کلچر اپنائے گا۔ ہم اُسی دور میں داخل ہو چکے ہیں۔

پھر اِسی موضوع پر ایک اور حدیث مبارکہ ہے جسے حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷛ روایت کرتے ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ، وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ.

’’تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا کہ جہالت اترے گی، علم اٹھ جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا‘‘۔

صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الْقَتْلُ. (ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم، ٤: ٤٢٧، رقم: ٤٠٥١)

(ہرج سے مراد) قتل ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں ہمارے اِس زمانے کی طرف واضح اشارہ ہے کہ صحابہ کرام ﷡ اور تابعین کے زمانوں کے بعد آگے ایک زمانہ ایسے آئے گا جس میں جہالت چھا جائے گی اور علم اٹھا لیا جائے گا یعنی علم کے سچے حامل اور وارث اٹھ جائیں گے اور قتل و غارت گری عام ہوجائے گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مخصوص علامات بیان کردی ہیں۔ کیا ہم اس دور میں داخل نہیں ہوگئے؟ آقا ﷺ نے اس زمانے کو دو اور علامتوں کے ساتھ جوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہالت یعنی بے شعوری کا غلبہ ہوجائے گا اور علم و شعور اٹھا لیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قوم کی غالب اکثریت اِس وقت شعور سے عاری ہے اور اُنہیں حق کی پہچان نہیں رہی۔ علم و شعور سے آگہی ناپید ہے اور جاہل لوگ مسندوں پر براجمان ہیں۔ جب حالات ایسے ہوجائیں کہ عوام کی اکثریت کے پاس حق کا شعور نہ رہے، اچھے برے کی تمیز نہ رہے اور اپنی زندگی، اپنے مقدر، اپنی سوسائٹی اور اپنے ملک اور قوم کے مستقبل کے لئے اچھے فیصلے کرنے کی صلاحیت سلب ہو جائے؛ مفاد پرست طبقہ ان کو اندھا کردے اور انہیں اپنے ذاتی مسائل میں الجھا کے بالکل بے بس اور بے کس کردے تو یاد رکھ لیں کہ ایسے وقت میں عوام کی رائے کے پیچھے نہیں چلا جاتا۔ یہ بات شاید بہت سے لوگوں کو آج بڑی عجیب اور اجنبی لگے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم آج اِس حال میں ہیں کہ عوام کی رائے کی پیروی کرنا جہالت اور گمراہی کے پیچھے چلنے کے مترادف ہے۔ یہ کیسے عوام ہیں جو سمگلروں، قاتلوں، ڈاکوؤں، جابر وڈیروں، نا انصاف اور ظالم لیڈروں کو جنہوں نے انہیں غلام اور بے وقوف بنا رکھا ہے- اپنی پسند سے اپنے حاکم منتخب کرتے ہیں؟ قوم کو انہوں نے غلام بنا دیا ہے۔ غلاموں کی کیا رائے ہوگی؟ اور ان کا کیا چناؤ ہوگا؟ جب صلاحیتیں مفقود ہوجائیں اور عوام بحیثیت مجموعی بے شعوری کا شکار ہوجائے اور یہ احساس بھی نہ رہے کہ ان منتخب نمائندوں نے انہیں کس حال میں رکھا ہوا ہے تو کیسی رائے عامہ اور کیسی ان کی پیروی؟

بے حسی، بد دیانتی، کذب بیانی، خیانت اور وعدہ خلافی جیسے تمام رذائل اخلاق سے مسلم امت مجموعی طور پر کس طرح سماجی اور معاشرتی طور پر تباہ و برباد ہو جائے گی اس کا پورا نقشہ آقا ﷺ کی ایک طویل حدیث پاک میں ملتا ہے جسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ﷛ نے روایت کیا ہے:

بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ ذَكَرَ الْفِتْنَةَ، فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَكَانُوا هَكَذَا – وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ. فَقُلْتُ: كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذَلِكَ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ؟ قَالَ: الْزَمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ، عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ.

(ابو داؤد، السنن، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ٤: ١٠٩، رقم: ٤٣٤٣)

ہم رسول اللہ ﷺ کے اِرد گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب تم لوگوں کو دیکھو کہ انہوں نے وعدوں کا پاس کرنا چھوڑ دیا اور امانتوں کی پرواہ نہ رہے۔ آپ ﷺ نے انگشت ہائے مبارک کو آپس میں پیوست کرکے فرمایا کہ یوں گتھم گتھا ہو جائیں۔ میں آپ ﷺ کی طرف کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ اس وقت میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس وقت اپنے گھر میں ہی رہنا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اچھی چیز کو اختیار کرنا اور بری بات کو چھوڑ دینا۔ اور تم پر لازم ہے کہ (اپنے دینی و مذہبی اور معاشرتی و اَخلاقی فرائض کی کامل ادائیگی کے ذریعے) اپنی جان (کو نارِ جہنم سے بچانے) کی خصوصی فکر کرو اور عام لوگوں کی رائے کی پیروی چھوڑ دو۔

حدیث کا مضمون بڑا واضح ہے کہ جب دیکھو کہ وعدے توڑے جانے لگیں، امانتوں میں خیانت کی جانے لگے بلکہ اسے کوئی اہم چیز ہی نہ سمجھا جائے، کرپشن اور وعدہ خلافی رواج پا جائے، ہر شخص جھوٹ بولے اور حق چھپائے۔ (یہی وعدہ خلافی، جھوٹ، کرپشن، خیانت ہمارا کلچر بن چکا ہے اور ٹی وی چینلز چوبیس گھنٹے یہی سارا منظر دکھاتے ہیں۔)

امام ابوعمرو دانی کی بیان کردہ روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

وَإِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ. (دانی، السنن الواردة فی الفتن، ٢: ٣٦٣، رقم: ١١٧)

(دانی، السنن الواردة فی الفتن، ۳: ۵۷۶، رقم: ۲۵۶)

’’عامۃ الناس کی رائے کی تقلید سے بچو‘‘۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ آقا ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

وَإِيَّاكَ وَالْعَامَّةَ. (دانی، السنن الواردة فی الفتن، ٢: ٣٦٥، رقم: ١١٨)

(دانی، السنن الواردة فی الفتن، ۳: ۵۷۴، رقم: ۲۵۴)

’’عامۃ الناس کی رائے کی پیروی اِختیار نہ کرنا‘‘۔

عامۃ الناس جب بد دیانت، غاصب اور لٹیروں کو ووٹ دے کر اپنے حکمران منتخب کرنا شروع کر دیں تو ان کی رائے قابلِ اِعتماد اور قابلِ اِعتبار نہیں۔ ان کی رائے میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ وہ غلاموں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی شعور کی آنکھ میں بینائی نہیں رہی۔ پیٹ کے دھندے، بے روزگاری کے خوف، جان کے خطرے، عزت و آبرو کے چلے جانے اور تعلیم کے فقدان نے ان کی شعور کی آنکھ ان سے چھین لی ہے اور وہ نابینا ہو گئے ہیں۔

ایسی صورت حال پر اس شعر کا دوسرا مصرع کس قدر صادق آتا ہے:

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا　　　　تجھ سے بھی دِل فریب ہیں غم روزگار کے

یعنی دنیا اور روزگار کے غموں اور پریشانیوں نے اتنا الجھا دیا ہے کہ اب کسی کو یاد کرنے کی بھی فرصت نہیں رہی۔ جب مہنگائی کے باعث پیٹوں میں بھوک کی آگ جلتی ہو۔ چولہا جلانے کو گیس نہ ملے، پینے کو صاف پانی نہ ملے، دو وقت کی روٹی کھانے کو روزگار نہ ملے، علاج معالجے کی عدم دستیابی کے باعث مہلک اور جان لیوا بیماریاں درپے ہوں اور جان و مال، عزت و آبرو محفوظ نہ ہوں، ظلم و نا انصافی نے چوبیس گھنٹے زندگی اجیرن کر دی ہو تو قیامت کے سماں میں رہنے والے لوگوں کی کیا رائے ہوگی؟ سوچیے کیسا الیکشن اور کیسی آزادیِ رائے! جب اس حالت تک قوم پہنچ جاتی ہے تو آقا ﷺ نے فرمایا: 'عامۃ الناس کی رائے کی پیروی کرنے سے بچو'۔ یعنی ایسے ناگفتہ بہ حالات میں لوگوں کے پیچھے مت چلنا، ان سے کبھی رائے نہ لینا بلکہ ان کی رہنمائی کرنا، انہیں **lead** کرنا اور ان کی بہتر رائے سازی کے لئے **efforts** کرنا۔

علامہ محمد اقبالؒ نے ایسی جمہوریت کے بارے میں ہی کہا تھا:

اِس راز کو اِک مردِ فرنگی نے کیا فاش　　　　ہر چند کے دانا اِسے کھولا نہیں کرتے

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں　　　　بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

زیرِ بحث حدیث مبارکہ اِن الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

وذروا أمر العوام. (دانی، السنن الواردۃ فی الفتن، ۳:۵۷۳، رقم: ۲۵۳)

(نعیم بن حماد، الفتن، ۱:۲۴۴، رقم: ۶۹۳)

''اور عوام کے اَمر کو (اُس کے حال پر) چھوڑ دو''۔

یعنی عوام کا جو اَمر ہے، جو اُن کی خواہش ہے، اُن کا جو چناؤ ہے اس سے بچنا کیونکہ ان کی رائے مبنی بر حق نہیں ہوگی۔ اُن کے کہنے کے پیچھے مجبوریاں اور جبر ہوگا، نااہلیت اور بے شعوری ہوگی، ان کی رائے کبھی بھی درست اور صحیح رائے نہیں ہوگی۔ سو اُن کے معاملات سے بچو اور ان کی رہنمائی کرو۔ عوام کی رائے صرف اس وقت قابل توجہ اور قبول ہوتی ہے جب ان کی رہنمائی صحیح ہو رہی ہو، ان کے شعور کی آنکھ کھلی ہو اور ان میں حق و باطل، نیکی و بدی، سچ اور جھوٹ کے امتیاز کرنے کی صلاحیت موجود ہو جو کہ اب نہیں۔

اُمت سے علم و آگہی کا اٹھا لیا جانا

ہم اِس وقت ایسے دور میں ہیں جس کی حقیقی تصویر آج سے چودہ سو سال قبل درج ذیل حدیث مبارکہ سے عیاں ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور میں بیداریِ شعور کی کس قدر ضرورت ہے۔ یہ حدیث مبارکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں آقا علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ أَنْ أَعْطَاكُمُوهُ انْتِزَاعًا، وَلَكِنْ يَنْتَزِعُهُ مِنْهُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِهِمْ.

(بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یذکر من ذم الرَّأی وتکلف القیاس، ٦: ٢٦٦٥، رقم: ٦٨٧٧)

''اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرما دینے کے بعد علم کو نہیں اٹھائے گا بلکہ یوں اٹھائے گا کہ علماء حق کو ان کے علم کے ساتھ اٹھالے گا''۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ علم چھین لیا جائے گا یعنی صحیح حاملانِ علم اور صحیح علم وشعور اور حکمت و دانائی رکھنے والے لوگ اٹھا لیے جائیں گے۔ پھر ان میں جب کوئی صحیح علم وشعور اور حکمت ومعرفت رکھنے والا نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو علماء بنا کے مسند پہ بٹھا دیں گے۔ مذہبی زندگی میں یہی تماشا ہو رہا ہے۔ جن لوگوں نے علم کے عمامے سر پہ رکھے ہوئے ہیں وہ - الا ماشاء اللہ - جاہل، بے حکمت، بے علم، بے شعور اور بے عمل ہیں۔ وہ تقویٰ اور خوفِ الٰہی سے بے بہرہ ہیں، انہیں چوبیس گھنٹے فتنہ پروری کے سوا کوئی کام نہیں۔ ان حالات میں اکثریت خاموش رہنے والوں کی ہوتی ہے اور ان کی خاموشی بھی نقصان دیتی ہے کیونکہ وہ نہ حق کے ساتھ ہیں نہ باطل کے ساتھ۔ خیر وشر کے معرکہ میں ان کی خاموشی اور غیر جانبداری **ultimately** شر کو تقویت دیتی ہے۔ اس سے شر غالب آجاتا ہے۔ چنانچہ یہی خاموشی ان کی ہلاکتوں کا باعث بن جاتی ہے کیونکہ جب صحیح عالم و عارف اور صاحبانِ دانش وحکمت نہیں بچتے تو لوگ جاہل و بے عمل اور بے حکمت لوگوں کو عالم اور سربراہ بنا کے مسند پر بٹھا دیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا.

(بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، ١: ٥٠، رقم: ١٠٠)

اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے بندوں (کے سینوں) سے کھینچ لے بلکہ علماء کو وفات دے

کر علم کو اٹھا لے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جہلاء کو اپنا پیشوا بنا لیں گے۔ ان سے مسائل پوچھے جائیں گےتو وہ بغیر علم کےفتوے دیں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ 'ان جاہلوں کو عالم، لیڈر اور سربراہ بنا دیتے ہیں'۔ ان حالات میں جب لوگ ان سے سوال کرتے ہیں، شریعت کا کوئی مسئلہ پوچھتے ہیں کہ اس بارے میں کیا حکم ہے، اس پر کیا فتویٰ ہے؟ وہ نام نہاد عالم اپنی جہالت اور فتنہ پروری اور گمراہی کے باعث جو کچھ بتاتے ہیں عوام انہیں قبول بھی کرلیتے ہیں۔ سیاسی میدان میں پاکستانی عوام نے مفاد پرست، خائن اور غاصب لٹیروں کو اپنے MNAs اور MPAs اور وزراء کے طور پر قبول کر رکھا ہے۔ کیا یہ لیڈر کہلانے کے قابل ہیں؟ کیا ان کا علم، ان کی دانش، ان کی حکمت، ان کی امانت، ان کی دیانت، ان کا تقویٰ اور کردار اس قابل ہے کہ انہیں اپنے لیڈر اور سربراہ بنایا جائے۔ یہ تو قوم کے دشمن ہیں۔ یہ ڈاکو، چور اور لٹیرے ہیں۔ یہ کہاں کے لیڈر ہیں؟ Exactly یہی کردار جو سیاست میں سیاست دانوں کا ہے وہ مذہب میں کچھ مذہبی رہنماؤں اور مولویوں کا ہے۔ یہ بالکل انہی کا عکس ہیں۔ ان کو بھی لوگوں نے علماء سمجھ رکھا ہے مفتی بنا رکھا ہے حالانکہ ان کا دین میں سوائے فتنہ گری، فتویٰ بازی، تفرقہ و انتشار اور لوگوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے۔ ان نام نہاد مذہبی مفکرین کی پہچان کے لئے کوئی لمبے چوڑے پیمانے نہیں چاہیے، صرف ان کی زبان دیکھ لیا کریں۔ اگر ان کی زبان با اَخلاق ہے، نرم بولتے ہیں، قرآن وسنت سے باہر بات نہیں کرتے، کسی پر طعن و تشنیع نہیں کرتے، گالی گلوچ نہیں دیتے تو اچھے لوگ ہیں۔ بس یہی پہچان کافی ہے۔ اور جن کے منہ سے چوبیس گھنٹے آگ نکلتی ہے، غیظ وغضب نکلتا ہے؛ غیبت، چغلی، گالی، تہمت، الزام تراشی نکلتی ہے، ان کا یہ عمل اور کردار بتاتا ہے کہ یہ لوگ دین سے دور ہیں، نہ ان میں دین ہے نہ اَخلاق، نہ علم ہے، نہ عمل ہے، نہ تقویٰ ہے، نہ خدا کا خوف ہے، نہ انسانیت کی قدریں ہیں۔ ان کا روز مرہ کا عمل بتاتا ہے کہ وہ کس قدر دین میں مخلص ہیں۔

اب پاکستان میں یہی حال ہے کہ علم سے بے بہرہ شخص اپنے نام کے ساتھ علامہ اور مفتی لگائے پھرتا ہے۔ ہر بندہ مفتی ہے۔ امام ابن عابدین شامی نے ڈیڑھ سو سال قبل فرمایا تھا کہ 'ہمارے دور میں اب مفتی کوئی نہیں رہے، بلکہ اب صرف ناقلین رہ گئے ہیں'۔ وہ ڈیڑھ سو سال قبل فرما رہے تھے کہ اِس وقت کے علماء اب اِفتاء کے تقاضے اور شرائط پر پورا نہیں اترتے۔ تو اب جب مفتیان کا دور ہی نہیں رہا، صرف ناقلین رہ گئے ہیں تو اللہ کی شان ہے کہ دو سو سال گزرنے کے بعد یک لخت ہر گلی میں مفتی پیدا ہو گئے ہیں۔ جو شخص پاکستان سے

انگلینڈ میں یا یورپ میں، امامت کے لیے جاتا ہے وہ پہلے دن ہی اپنے نام کے ساتھ مفتی لگا لیتا ہے۔ اس سے اس کی تنخواہ بڑھ جاتی ہے۔لوگ ان پر اعتبار بھی کرنے لگتے ہیں اور انہیں ٹی وی چینلز پہ بات کر کے اپنی مارکیٹ ویلیو بڑھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ چنانچہ سیاست اور مذہب کا حال ایک جیسا ہی ہے۔ان حالات میں ہر کوئی بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس دور میں اب بیداریِ شعور کی مہم کتنی ضروری ہو چکی ہے۔

اِطاعت و اِتباع کے پانچ اُصول

دینی شعور کے حوالے سے بڑی اہم بات یہ ہے کہ عقیدے میں اگرچہ کہنے کی بہت سی چیزیں ہیں مگر محبت و مؤدت، تعظیم و تکریم اور اطاعت و اتباع کے باب میں پانچ اصول کبھی نہ بھولیے۔جس کے پاس یہ پانچ اصول ہوں گے وہ حق پر ہوگا:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا دامنِ اَقدس ایک لمحے کے لیے بھی چھوٹنے نہ پائے۔ دامنِ مصطفیٰ ﷺ ہمیشہ پختہ وابستگی رہے۔

۲۔ اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام کے مقدس دامن سے ہمیشہ جڑے رہیں۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دامن کی خیرات کے ہمیشہ طلب گار رہیں۔

۴۔ اَولیاء و صالحین کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں۔

۵۔ اَئمہ و محدثین اور فقہاء و مجتہدین سے پختہ نسبت کا دامن بھی ہاتھ میں رہے۔

لفظ 'دامن' میں سب کچھ آ گیا۔ اوّلاً تمسک حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک سے ہو، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذواتِ مقدسہ سے، پھر اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ سے، پھر اَولیاء و صالحین کی ذواتِ مبارکہ سے، پھر ائمہ، سلف صالحین، محدثین، علماء، فقہاء، مجتہدین سے۔ یہ پانچ ستون ہیں جن کے ذریعے آپ کا دین قائم رہے گا اور عقیدہ بھی صحیح رہے گا جو ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دے گا، گمراہ ہو جائے گا جس طرح بعض لوگوں نے اپنے عقیدے سے صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم، محبت اور ان کی اتباع کو خارج کر دیا اور وہ حق سے دور ہو گئے اور بعض نے اپنے عقیدے سے اہل بیت کی تعظیم و تکریم، محبت و اتباع کو خارج کر دیا اور حق سے دور ہو گئے۔ چنانچہ صرف سیاسی فیلڈ میں ہی بیداریِ شعور کی ضرورت نہیں، مذہبی اور اعتقادی پہلوؤں میں بھی اسی طرح بیداریِ شعور کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اولیاء و صالحین اور ائمہ سلف مجتہدین سے تمسک کرنا اپنی زندگی کے لیے لازم کریں۔خلفائے راشدین کے پاک دامن کو ہمیشہ تھامیں رکھیں۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْکُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ.

(ترمذی، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ٥:٤٤، رقم: ٢٦٧٦)

(أبوداود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ٤:٢٠٠، رقم: ٤٦٠٧)

(ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین، ١:١٥، رقم: ٤٢)

''تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے''۔

ان کو آقا ﷺ نے مہدیین کہا۔ اہل سنت وہ ہے جو بیک وقت صحابہ کرام ﷺ، اَہلِ بیتِ اَطہار ﷺ دونوں کا دامن تھامے رکھیں۔کُل اولیاء صالحین کے دامن سے تمسک کرے۔ اس شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ جو کسی ایک معاملے میں بھی کمی یا بیشی کرے سمجھ لیں کہ وہ راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔ چنانچہ مذہبی، سیاسی اور قومی شعور کی بیک وقت بیداری ہونی چاہیے۔ آقا ﷺ نے ایک بڑی خاص بات فرمائی۔ آقا ﷺ نے ان لوگوں کو مبارک باد دی ہے جو اِس فساد والے زمانے میں بیدارِیِ شعور کی مہم جاری رکھیں گے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود ﷺ راوی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا، وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ.

(قضاعی، مسند الشهاب، ٢:١٣٨، رقم: ١٠٥٢–١٠٥٣)

(بیهقی، کتاب الزهد الکبیر، ٢:١١٧، رقم: ٢٠٥)

بے شک اسلام کی اِبتداء اَجنبیت سے ہوئی (یعنی دین کی اِتباع کرنے والے معاشرے میں اَجنبی لگتے تھے یا اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دین کے پھیلنے کی اِبتداء سفر اور ہجرت سے ہوئی) اور (ایک زمانہ پھر ایسا آئے گا کہ) یہ دین (معاشرے میں) دوبارہ اجنبی لگے گا جس طرح کہ شروع میں لگتا تھا۔ اور (دین پھیلانے کی خاطر) الگ تھلگ ہونے ہونے والے (غرباء یعنی اجنبی لوگوں) کے لیے خوش خبری ہے۔

آقا ﷺ نے فرمایا اسلام کی ابتداء بھی اس طرح ہوئی تھی کہ معاشرہ میں تنہا تنہا اور اجنبی تھا۔ کوئی کوئی اس کی طرف آ رہا تھا یعنی اس کی ابتداء شانِ اَجنبیت کے ساتھ ہوئی، اس لئے اس کو غریب کہا۔ اور فرمایا کہ آخری زمانوں میں پلٹ کے پھر یہ ایسے ہوگا کہ معاشرہ میں اسلام پر عمل کرنے والے کم کم اور اجنبی لگیں گے۔ جب یہ زمانہ آئے گا (جو کہ اب آچکا ہے) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ غرباء کو مبارک باد۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ اجنبی جو آج بے شعوری، فسق و فجور، گمراہی، کرپشن اور بے دینی بھرے ماحول میں اِسلام، ایمان، تقویٰ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اَحکام کے ساتھ کھڑے اَجنبی لگ رہے ہیں۔ اِس میں اِن علماء، ائمہ اور خطباء کو بھی صد مبارک باد جن کی شبانہ روز جد و جہد سے مساجد آباد ہیں اور قـــال اللہ

وقال الرسول ﷺ کا پیغام لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ جن کے ذریعے قرآن اور سنت کی تعلیم نسلوں تک جاری ہے۔ جو کم وسائل میں بھی اِقامتِ صلوٰۃ کے شعائر برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ جن کے دم سے اللہ کے دین کا ذکر اور حضور ﷺ کی محبت اور صحابہ رضی اللہ عنہم، اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ عنہم اور اولیاء و صالحین علیہم السلام کے ساتھ عقیدتوں کا سفر جاری ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں وہ غرباء، جو خدمت دین پہ صدق اور اخلاص کے ساتھ مامور ہیں، جو سوسائٹی میں اجنبی لگتے ہیں مگر دین کا دامن نہیں چھوڑ رہے اور بیدارِیِ شعور کی تحریک کو لے کے چل رہے ہیں۔ یعنی جب لوگ فساد کا شکار ہو کر بہک گئے ہوں، گمراہ ہو گئے ہوں، فسادِ علم، فسادِ عمل، فسادِ اَخلاق، فسادِ سیرت انکا شعار بن چکا ہوگا تو اس زمانہ میں یہ صالحیت پر قائم رہیں گے اور اِصلاح کا دامن تھامے رکھیں گے، فساد سے بچیں گے اور لوگوں کو بھی اُس فساد سے بچانے اور ان کے شعور کو بیدار کرنے کے لئے جد و جہد جاری رکھیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث مبارکہ میں دوسرے الفاظ یوں آئے ہیں:

طُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ ...... الَّذِینَ یُصْلِحُونَ عِنْدَ فَسَادِ النَّاسِ.

(طبرانی، المعجم الکبیر، ۶:۱۶۴، رقم: ۵۸۶۷)

(طبرانی، المعجم الأوسط، ۹:۱۳، رقم: ۸۹۷۷)

(دانی، السنن الوارده في الفتن، ۳:۶۳۶، رقم: ۲۹۱)

”مبارک ہو اُن اَجنبیوں کے لئے جو لوگوں کے فساد کے وقت اِصلاح کا بیڑہ اٹھائیں گے“۔

جب فساد کا زمانہ آجائے گا، لوگ عملی اور فکری برائی کی زد میں ہوں گے، بدعقیدگی اور بداخلاقی میں گرفتار ہو جائیں گے، امانت چلی جائے گی خیانت آجائے گی اور جھوٹ غالب ہوگا؛ جب فساد انگیزی عام ہو جائے گی تو مبارک باد اور خوش خبری ان غرباء پر جو لوگوں کے شعور کو بیدار کریں گے اور فساد کا شکار ہو جانے والوں کی اِصلاح کی تگ و دو کریں گے۔ ان کے سوئے ہوئے شعور کو بیدار کرنے کی کوشش کریں گے، آوازِ حق اُن کے کانوں تک پہنچائیں گے اور اُن کو سیدھی راہ کی طرف بلائیں گے۔

قوم اور معاشرے کے شعور کو بیدار کرنے کی جد و جہد کرنے والے رفقاء! تم ہی وہ غرباء ہو جنہیں آقا ﷺ نے مبارک باد دی ہے۔ یہ خوش خبری اُن سارے لوگوں کے لئے بھی ہے جو اُمتِ مسلمہ میں اس فساد کے زمانے میں اصلاح کا کام کر رہے ہیں اور خیانت کے غلبے میں دیانت کا پیغام پہنچا رہے ہیں اور بے شعوری کے دور میں شعور کا چراغ جلا رہے ہیں وہ سب غرباء ہیں۔ اُنہیں آقا علیہ السلام نے مبارک باد دی ہے۔ گویا لوگوں کی اصلاح کرنے والے، اصلاح کا چراغ جلانے والے، دوسروں کو صحیح فہم اور شعور مہیا کرنے کی جد و جہد کرنے والے سب لوگوں کو آقا علیہ السلام نے غرباء کہا۔

درس: 46
(گذشتہ سے پیوستہ)

دروس سلوک و تصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی
مرکزی امیر تحریک منہاج القران انٹرنیشنل

خود ساختہ پیروں کی ایک خطرناک قسم سیاسی جاگیردار پیروں کی ہے۔ جن کیوجہ سے برصغیر پاک و ہند میں قدیم خانقاہی نظام کو شدید نقصان پہنچا اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد گمراہی کا شکار ہوگئی ۔ برصغیر میں انگریز حکومت کے قیام کے بعد سیاسی پیروں نے، جن کا حقیقی زمرۂ مشائخ و صالحین سے دور دور تک کوئی تعلق نہ تھا، سامراجی آقاؤں کے کہنے پر اپنے مریدوں کو حقیقی اسلامی عقائد و تعلیمات، معیاری دین اور معمول بہ دین سے دور رکھنے کے لیے ایک ایسے تخیّلاتی اسلام کے دامِ فریب میں پھنسا دیا کہ جو حقیقی عملی اسلام کے برعکس شرکیہ عقائد کی ترویج پر مبنی تھا۔ اللہ کی وحدانیت اور توحید پر کامل ایمان کی بجائے مُرید پیروں کو اپنا ان داتا سمجھنے اور شرک کا کھلم کھلا ارتکاب کرنے لگے۔ اسی سامراجی منصوبہ کے تحت انگریز سرکار نے اپنے بعض ملازمین کو جھوٹے نبی اور مجدد بھی بنا دیا جو بعد میں عالم اسلام کے لیے ایک بہت بڑے فتنہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسی طرح سرکار کی اشیرداد سے بعض لوگ صوفیاء کا بہروپ بھر کر سرکاری پیر بن کر مختلف مسانِد ارشاد پر قابض ہو گئے ۔ دین اسلام کی حقیقی اشاعت و ترویج اور اسلامی اقدار کی حفاظت کرنے والے حریت پسند مشائخ اور مجاہد پیرانِ عظام کی ایک کثیر تعداد جنگ آزادی کے وقت سامراجی قوتوں کے ساتھ جہاد کرتے جامِ شہادت نوش کر چکی تھی۔ ان اہل ایمان جسور اور غیّور مشائخ عظام کا تعلق صاحبانِ عزیمت سے تھا، کفر و اسلام کی اس جنگ میں بعض مشائخ نے رخصت کا راستہ اختیار کر کے دارالکفر سے ہجرت کی اور دور دراز علاقوں میں سکونت اختیار کر کے دین مبین کی ترویج اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ لیکن وہ بُودے، جہاد سے منہ موڑنے والے کمزور، بے عمل اور دنیا سے محبت کرنے والے موروثی سجادوں اور گدیوں والے پیر کہ جو صاحبانِ عزیمت اور نہ ہی صاحبان رخصت ہوئے انہوں نے سامراجی دربار کا حاشیہ نشین بننے کو ترجیح دی اور سرکارِ برطانیہ کی خدمت گزاری کر کے سرکاری پیر بن گئے۔ اس طرح کے مراعات یافتہ پیر مستقل طور پر حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں زندگی بسر کرنے لگے۔

برطانوی سامراج کے وظیفہ خوار بننے کے بعد ان کی وفاداری پر سرکار برطانیہ نے ان کو بڑی بڑی جاگیروں سے نوازا۔ نمک حلالی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ پیر اپنے مریدوں اور جاگیروں پر رہنے والے مزارعوں کو حکومت برطانیہ کی فوج میں بھرتی کرتے اور سامراجی قوتوں کو افرادی قوت فراہم کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بنتے تھے۔ سرکار برطانیہ کے وفادار پیروں کے جاہل مرید اپنے پیروں کے کہنے کو خدائی حکم سمجھ کر سامراج کی خدمت گزاری کرتے اور ہندوستان کے مسلمانوں اور حریت پسندوں کا خون بہانے میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان خدمات کے عوض برطانوی حکمران گاہے گاہے اپنے وفادار پیروں کے سرکاری مراتب بڑھاتے رہتے تھے گویا ان دِنوں پیری مریدی کی گنگا الٹی بہنی شروع ہوگئی تھی۔ سرکاری پیروں کے مرید اپنے ہم وطن اور ہم مذہب مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی وجہ سے اپنے پیروں کے سرکاری درجات کی بلندی کا وسیلہ بنتے تھے۔ ان جاگیردار پیروں کے سیاسی تعلقات اپنے غیرملکی آقاؤں کے ساتھ جس نوعیت کے تھے اور جس طرح وُہ اپنے غیرملکی پیروں کے آگے سجدہ تعظیمی بجا لاتے، جبین سائی کرتے تھے یہ تاریخ اسلام اور آزادی ہند کا ایک عبرت ناک، سیاہ اور گھناؤنا باب ہے۔ تاریخ اور سیاست کی کتابیں اور برطانوی حکمرانوں کے گزیٹیئرز سیاسی پیروں کی خدمت گزاری کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ برصغیر میں سیاسی پیروں نے سامراج سے تاحیات کس قسم کی مراعات حاصل کیں اور ملک وملت کے ساتھ غداری کے کون سے باب رقم کئے۔ یہ ہندوستان میں پیری مریدی کی شرمناک ایک سیاہ تاریخ تو ہے لیکن دروس سلوک وتصوف میں ہمیں ان پر زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ان سطور کے ذریعے ہمارا مقصد جاگیردار اور سیاسی پیروں کا دم بھرنے والے مریدوں کو صرف یہ آگہی دینی ہے کہ انگریز کے دورِ حکومت میں سامراج کی مریدی سے بننے والے پیر سرزمین پاک و ہند پر آج بھی اُسی طرح موجود ہیں یہ لوگ انگریز کی دی ہوئی وسیع وعریض جاگیروں اور زمینوں کے اسی طرح مالک ہیں۔ مختلف القابات اور ناموں سے ہندوستان میں یہ لوگ کل بھی پیر سائیں تھے اور آج ملک عزیز پاکستان میں بھی انہی القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔ پاکستان کے بڑے بڑے سرمایہ داروں، زمینداروں، کارخانہ داروں، جاگیرداروں اور سیاستدانوں میں پیروں کا یہ مخصوص طبقہ (typical paranoiac class) سرفہرست ہے۔ پاکستان میں بننے والی دائیں یا بائیں بازو والی ہر حکومت میں یہ لوگ سب سے پہلے شامل ہوتے ہیں۔ سیاسی پارٹیاں اور حکومتیں ان کے دم قدم سے بنتی بگڑتی ہیں اور اسی نسل کے لوگ اپنے مریدوں اور مزارعوں کی طاقت کے بل بوتے پر سفیر مشیر وزیر بنتے رہتے ہیں لیکن ایک بات بالکل واضح اور پتھر پر لکیر ہے کہ ان سیاسی جاگیردار پیروں سے اسلام کی علمداری قائم ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے اور نہ ہی دین مبین کی کوئی اشاعت اور تبلیغ ان کے ذریعے ممکن ہے۔ان سب حقائق کے

علی الرغم ان پڑھ اور جاہل مریدوں کے لیے یہ پیر سائیں بدقسمتی سے آج بھی عام انسانوں سے بالکل الگ غیر مرئی اور مافوق الفطرت ہستیاں ہیں۔ دین اور مذہب کے حوالہ سے اس قسم کے پیر سائیں نرے ان پڑھ اور جاہل ہوتے ہیں۔ لیکن مریدوں کے ذہن میں یہ اللہ کے اوتاراور ایک خاص ماورائی مخلوق ہیں۔ مرید ان کے آگے بہت فخر سے جبین سائی کرتے اور سجدہ تعظیمی بجالانے کے لیے جھکے رہتے ہیں اور ان کو ہی اپناوالی وارث سمجھتے ہیں۔ یہ مریدوں کی جان و مال، عزت و آبرو اور ان کی رُوح تک کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے محلات، شاندار کوٹھیاں اور لمبی چوڑی گاڑیاں مکافات العمل کی اس دنیا میں ان کے اعلیٰ روحانی مراتب کی مظاہر سمجھی جاتی ہیں۔ جاہل اور ان پڑھ خاندانی مرید ان کی زیارت کے لیے مدتوں تڑپتے رہتے ہیں لیکن یہ ماورائی مخلوق مریدوں کو بہت کم اپنی زیارت سے مشرف باد کرتے ہیں۔ جب ان کی سیاہ شیشوں والی لمبی چمکدار گاڑیاں محافظین کے کھلی چھتوں والے سرف ڈالوں کے جلو میں شوق زیارت میں گھنٹوں سڑک کے کنارے کھڑے انتظار کرتے مریدوں کے سامنے دھول اڑاتی گزرتی ہیں تو مُرید ان کے پہیوں سے لگی مٹی کو اٹھا کر بڑی عقیدت سے سر آنکھوں پر لگاتے ہیں، وُہ مرید اپنے حلقہ میں زیادہ خوش قسمت تصور کیے جاتے ہیں جن کے ہاتھ اس پوِتر مٹی کو چھو لینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ مُرید اس مٹی کو اٹھا کر چادر کے پلو میں بڑی احتیاط سے باندھ کر دور پرے دیہاتوں میں بسنے والے اپنے بیمار والدین اور بیوی بچوں کو بطور امرت دھارا چٹانے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں۔ دینی تعلیمات سے نابلد پاکستانی عوام کی ایک بہت بڑی تعداد اس گمراہ عقیدت کی شکار ہے۔

ان جاگیردار سیاسی پیروں کی نجی زندگی مغربی دنیا میں رہنے والے لوگوں سے بھی زیادہ ماڈرن ہوتی ہے۔ ان کی تعلیم، لباس، زبان، وضع قطع اور رہن سہن کلیتاً انگریزوں جیسا اور ان کا گھریلو اور معاشرتی ماحول پوری طرح مغرب زدہ ہوتا ہے۔ دین اور مذہب سے دور دور تک ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوۃ، حج یا دیگر ارکان اسلام کی خود پابندی کرنا یا اپنے مریدوں سے اس کی پابندی کرانا ان کی سرشت میں ہوتا ہے اور نہ شریعت میں۔ رشد، ہدایت، تعلیم و تلقین اور مریدوں کی روحانی تربیت تو دور کی بات، یہ اپنے بچوں کو بھی دین سے دور رکھتے ہیں اور مغربی تعلیم کے حصول کے لیے اکثر بیرون ملک بساتے ہیں۔ دین اسلام کے ارکان اور شریعت کی پابندی ان کے نزدیک جہالت اور پسماندگی کی علامت ہوتی ہے۔ سال بھر میں ایک دفعہ البتہ یہ لوگ اپنی زندگی کا سب سے اہم مذہبی فریضہ اس وقت ادا کرتے ہیں جب یہ اپنے خاندان کے سب سے بڑے بزرگ کے مزار کو عرق گلاب سے غسل دیتے ہیں۔ اس وقت یہ سیاسی پیر اپنے مبارک ہاتھوں پر دستانے چڑھا کر بزرگوں کے مراقد کو دھوتے ہیں۔ قبر پر نئی چادر ڈالتے ہیں۔ اور اس پر تازہ گلاب کے پھولوں سے گل پاشی کرتے ہیں۔ پیر

سائیں کا سال بھر میں یہ سب سے بڑا واحد دینی اور مذہبی فریضہ ہوتا ہے۔ یہ وُہ متبرک اور مقدس دِن ہوتا ہے جس میں پیر سائیں کی کرامت سے اس کے بینک بیلنس میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ مرید کے لیے بھی یہ وہ مبارک دن ہوتا ہے جب وُہ اللہ کے ہاں سرفرازی کے لیے پیر سائیں کے قدموں میں اپنی دولت نچھاور کرتا ہے۔ لیکن اسی مرید کے لیے حقیقی خانقاہی نظام کی اشاعت و ترویج یا درگاہ سے متعلق فقراء اور مساکین کی فلاح و بہبود کے لیے اپنی دولت میں سے کچھ خرچ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ درگاہوں پر رکھے بھاری بھرکم آہنی صندوق مریدوں کی دولت سے لبا لب بھر جاتے ہیں۔ پیر سائیں کے لیے سال بھر کا راشن جمع کرنا مرید کا فرض اولین ہوتا ہے۔ لیکن ان سیاسی جاگیر دار پیروں کے پیٹ کا کنواں اپنی وسیع و عریض جاگیروں اور زمینداریوں کی طرح اتنا گہرا، ڈُونگا اور عمیق ہوتا ہے کہ اس کے اندر بہت کچھ ہونے کے باوجود بھی وُہ کبھی نہیں بھرتا۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ سیاسی حکومتوں میں وزارتوں اور مناصب کے ملتے ہی پیر سائیں اور ان کے بال بچے یعنی چھوٹے پیر سائیں، ان کے قرابتدار اور دوست احباب ریاست کے نادار اور غریب عوام کو مرید سمجھ کر ان کے ٹیکسوں سے جمع ہونے والی دولت پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جیسا گدھ کسی مردار پر منہ ماری کرتے ہیں۔ دولت جمع کرنے کی اس مہم میں پیر سائیں اور ان کے بیوی بچوں کے ایسے عجیب و غریب سکینڈل بھی منظر عام پر آتے ہیں کہ اگر وہ خدانخواستہ کسی عام غیرتمند مسلمان کے ہوں تو وہ شرم سے اسی وقت ڈوب کر مر جائے لیکن سیاسی پیروں کو ان سکینڈلز بارے پہلے سے یہ الہام ہو چکا ہوتا ہے کہ یہ سب سکینڈلز جھوٹے اور ان کے سیاسی مخالفین کا ڈھونگ ہیں جو ان کی سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچانے کے لیے رچائے جاتے ہیں۔ لہذا مریدوں اور عوام الناس کو ان پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ الامان و الحفیظ! جب یہ سیاسی پیر حکومت میں برسرِ اقتدار نہیں ہوتے تو اپنی جاگیروں اور زمینداری میں رہنے والی رعایا پر حکومت کرتے ہیں اور جب مسند آرائے سلطنت ہو جاتے ہیں تو پورے ملک کی عوام ان کی مرید، رعایا اور غلام بن جاتی ہے۔ ان جیسے سیاسی پیروں نے خانقاہ اور طریقت کے حقیقی روحانی نظام کو بری طرح تباہ کر دیا ہے۔ یہ اپنے مریدوں اور زیر اثر مزارعوں کو دین، ایمان اور اسلام سے دور رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ ان سے وابستہ ہونا دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

؎ میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد　　　زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن

متقی اور بزرگ پیران عظام طریقت اور تصوّف کو ورثہ انبیاء سمجھتے ہیں اور خانقاہی نظام کی حقیقی حفاظت کے لیے شریعت اور طریقت کو باہم لازم و ملزوم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے ان کا اطلاق اپنے آپ، اہل خانہ اور اپنی اولاد پر کرتے ہیں۔ یہ نیک بزرگ اوائل عمر سے اپنی اولاد کی دینی اور روحانی تربیت کا مناسب اہتمام

کرتے ہیں اور ان کی نگرانی اور احتساب کا فریضہ خود سرانجام دیتے ہیں۔ وہ ہر طرح اپنی اولاد، اہلخانہ اور نزدیکی قرابتداروں کی تعلیم و تربیت کا خیال کرتے ہیں اور ان کو اسلامی معاشرے کا سودمند فرد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام اخلاق حسنہ کی ترویج کا دین ہے۔ ایک اچھے مسلمان کی پہچان اس کے اچھے اخلاق، کردار اور دین کے ارکان پر عمل کی پابندی سے ہوتی ہے۔ اولاد حقیقت میں والدین کا ثمر اور پہچان ہوتی ہے۔نیک اور صالح بزرگ پیروں کی اولاد میں ایسے پڑھے لکھے تعلیم یافتہ صاحبزادگان خانقاہی نظام کے لیے بلاشبہ نعمت غیر مترقبہ ہوتے ہیں۔ جو دینی اور عصری تعلیم کے علاوہ سلوک و تصوف کی مناسب تعلیم سے بھی آراستہ اور باقاعدہ تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ اپنے بزرگوں اور نیک والدین کو دیکھ دیکھ کرؤہ اوائل عمر سے اپنی انفرادی اصلاح کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ان کا وراثتی تعلق بزرگوں کے مزارات اور درگاہوں سے ہوتا ضرور ہے لیکن ؤہ اس تعلق کو ذریعہ معاش نہیں بناتے۔ عامتہ الناس کی طرح تجارت، کاروبار یا ملازمت سے اکل حلال کماتے ہیں۔ خاموشی سے دینی فرائض ادا کرتے ہوئے طریقت کی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ اور معمول کے مطابق بالکل نارمل لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ لوگ خبط العظمت کی بیماری کا شکار نہیں ہوتے۔ بزرگوں کی درگاہوں سے متعلق جو افراد ان سے دینی تعلق اور تمسک رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں تو یہ ان کی دینی اور روحانی تربیت کو فرض سمجھ کر پورا کرتے ہیں۔ یہ اپنے زیر اثر افراد کے اصلاحِ احوال پر توجہ دیتے ہیں اور مناسب تربیت کر کے ان کو ایسا باکردار مسلمان اور اچھا شہری بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو اسلامی معاشرے کے لیے سودمند ہوں۔ یہ بے جا شہرت اور دکھاوے سے پرہیز کرتے ہیں اور عام پیروں کی طرح مریدین کا جم غفیر بنانے کے عمل سے دُور رہتے ہیں۔اپنے بارے انکساری سے کام لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی اگر کسی طور اصلاح ہو جائے تو اللہ کی بارگاہ میں ان کا یہ عمل ان کی اپنی عاقبت سنوارنے کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ ایسے نیک خصلت صاحبزادگان باعمل، متقی اور پرہیز گار ہوتے ہیں۔ ان کو ہر وقت عاقبت کی فکر ہوتی ہے۔ ان کی معیت اختیار کرنا سعادت کا باعث ہوتا ہے۔

پیروں کے گروہ میں بعض پیر پتوں کی مانند ہوتے ہیں۔ان کا یہ نام اس لیے مشہور ہو گیا ہے کہ ابتدائی ضروری تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ جب اس قابل ہوتے ہیں کہ رموز طریقت سے آشنائی کے بعد عاملین خیر کے گروہ میں داخل ہونے کی تیاری کریں۔ خطرات کا سامنا کریں۔ آزمائشوں کے دریا میں تیرنے کی صلاحیت حاصل کریں اور مزید ریاضت اور مجاہدہ اس لئے کریں کہ اس منزل کو پاسکیں کہ جس کے لیے ؤہ اس وادیٔ عمل میں داخل ہوئے تھے۔ مرشد کی نگاہ میں یہ لوگ البتہ ابھی پوری طرح عامل اور کامل نہیں ہوتے اور ان

کو مزید تربیت حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے شومئے قسمت سے ھنوز ناپختہ یہ مرید عجلت میں شیخ کامل کی اجازت کے بغیر خود پیر بننے کے چکر میں کسی جگہ ڈیرہ جما کر بیٹھ جاتے ہیں شہرت، دولت، عزت اور جاہ و منزلت کے چکر میں نفس اور شیطان سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔عملِ احسان میں ناپختگی کی بناء پر اپنے گرد جمع ہونے والے مریدوں کو خطرات کے دریا سے پار اتارنے کی صلاحیت سے ہنوز عاری اور ان کی خاطر خواہ تربیت سے قاصر تو ہوتے ہی ہیں پیرا نہ بزرگی،مریدوں کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے فتوت روحانی کی بجائے دنیوی فتوحات کی لذتوں میں ایسے گم ہوجاتے ہیں کہ اپنی منزل سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔لہذا اس طرح عجلت میں بننے والے پیروں سے کسی کو روحانی فائدہ ملنے کی توقع فضول ہوتی ہے۔ یہ ساری عمر دریا کی لہروں پر پتے کی مانند ڈولنے والے لوگ ہوتے ہیں اور منزل کی جانب یکسوئی سے سفر کرنے سے محروم رہ کر گردابِ زندگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔آخرت کی جانب ان کی ترقی لذات اور شہوات کی کثرت کی وجہ سے رک جاتی ہے۔ان کی ساری زندگی دنیا اور آخرت بارے ابہام و تشکیک کی نذر ہو جاتی ہے۔واضح رہے کہ مرشد کامل کی اجازت سے بیعت کرنے کی اجازت مدرسہ سے حاصل ہونے والی اس سند کی مانند ہوتی ہے کہ جو تعلیم کی تکمیل اور اہلیت کی سند مانی جاتی ہے۔سند حاصل کرنے کے بعد اگر کوئی شخص تحصیلِ علم، درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کے مشغلہ میں مشغول رہے تو علوم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اور اگر تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کو چھوڑ کر بے سند پیری مریدی شروع کر دے تو تحصیل علم سے مناسبت چلی جاتی ہے۔ یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ اجازت شیخ دلیل مناسبت ہوتی ہے دلیل کمال نہیں۔کمال کے لیے صدق و اخلاص سے عمل پیہم اور شیخ کامل سے مسلسل رابطہ لازم ہوتا ہے۔

مشائخ عظام اور پیران طریقت کی تیسری قسم کا تعلق مرشِدین کرام کے اس قبیل سے ہوتا ہے۔جو اپنی دینی تعلیم و تربیت،سلوک و تصوّف میں اہلیت اور تربیتی صلاحیتوں کی بنا پر ''مسند رشد و ہدایت'' کے حقیقی ورثاء ہوتے ہیں،قرآن و سنت سے واقف یہ بندگان خدا اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ایک مضبوط سفینے کی مانند یہ خود بھی دریائے معرفت میں تیرتے رہتے ہیں اور اپنے طالب علموں اور مریدوں کو بھی عمل و آزمائش کے دریا میں تیرنا اور پار اترنا سکھاتے ہیں۔شطحیات سے پرہیز کرنے والے یہ تربیت یافتہ افراد شریعت کے قواعد و ضوابط کی پابندی کرنے والے محتاط افراد ہوتے ہیں۔ ان کا شمار حقیقی معلّمینِ تصوف میں ہوتا ہے۔ یہ تصوّف اور طریقت کے مدرسہ سے نہ صرف خود تربیت یافتہ ہوتے ہیں بلکہ اپنے متعلمین اور مریدوں کی تعلیم و تربیت کا بھی مناسب بندوبست کرتے ہیں ۔یہ قدیم خانقاہی نظام کے داعی اور حقیقی صاحبان رشد و ہدایت ہوتے ہیں۔امت کی اصلاح احوال کے لیے یہ اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے ہیں اور اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔شیخ کامل کے اوصاف اور اعمال کے ضمن میں ہم گذشتہ درس میں گفتگو کر چکے ہیں۔ دروس سلوک و تصوف میں مناسب وقت اور موقع پر ہم ان اصحابِ باصفا کے مواعظ اور ملفوظات سے بحمداللہ تعالیٰ مستفید ہوتے رہیں گے کہ یہی اصلِ تصوّف ہے۔

استقبال ماہ صیام اور روزہ کے فضائل

محمد حسین آزاد الازہری

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسان کو نیکی اور بدی کے دونوں راستوں کا شعور عطا کیا گیا ہے۔ انسان کو نیکی کے راستے سے روکنے اور برائی کے راستے کو اختیار کرانے والی چیز خواہش نفس ہے جس پر انسان کا ازلی و ابدی دشمن شیطان بآسانی حملہ آور ہوتا ہے اور صراط مستقیم سے بھٹکانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن اگر انسان کی نفسانی خواہشات اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع رہیں تو وہ شیطان کے اندرونی حملے سے محفوظ رہتا ہے اور اگر یہ ہدایت ربانی کے تابع نہ رہیں تو پھر یہ انسان کو حیوانی سطح سے بھی نیچے گرادیتی ہیں۔ خواہش نفس کے مقابلے میں ضبط نفس کی قوت حاصل کرنے کے لئے اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سال میں ایک ماہ صبح سے شام تک کھانے پینے اور وظیفۂ زوجیت سے اجتناب کو لازمی اور فرض قرار دیا ہے جسے ماہ صیام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صیام صوم کی جمع ہے جس کا مطلب روزہ ہے۔ روزہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی خوبیوں کے فروغ کا سبب بنتا ہے۔ روزے کا اصل مقصد انسان کی خواہشات کو احکام الٰہی کے تابع کرکے اسے متقی اور پرہیزگار بنانا ہے اور جو شخص ہر سال ایک ماہ تک صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی خاطر اپنی بنیادی خواہشات کو قربان کردے تو اسے وہ روحانی قوت وتوانائی حاصل ہوجاتی ہے جس سے وہ اپنے ازلی و ابدی دشمن شیطان کی ہر ترغیب اور حملے کا بآسانی مقابلہ کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ دین اسلام کا وہ بنیادی رکن ہے جسے قرآن حکیم کی سورہ بقرہ کی درج ذیل آیت کریمہ کے مطابق سابقہ امتوں پر بھی فرض قرار دیا گیا تھا۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

(البقرہ،۲:۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ“۔

اس آیت کریمہ میں بطور خاص روزے کا مقصد بھی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور وہ تقویٰ کا

حصول ہے۔ ایک روایت کے مطابق روزے کی فرضیت کا حکم دوسری صدی ہجری میں تحویل قبلہ کے واقعہ سے دس روز بعد ماہ شعبان میں نازل ہوا جس میں رمضان المبارک کو ماہ صیام قرار دیتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ،۲:۱۸۵)

''پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے''۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں روزہ ہر اس مسلمان اور مومن پر فرض قرار دیا گیا ہے جو اپنی زندگی میں اس ماہ عظیم کو پائے جبکہ اس سے پہلے یہود و نصاریٰ دس محرم الحرام یعنی یوم عاشورہ کا روزہ بڑے اہتمام سے رکھتے تھے۔ اسی طرح سابقہ امتیں ایام بیض (ہر قمری ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے تین روزے بھی رکھا کرتی تھیں۔ جلیل القدر انبیاء کرام کی نسبت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے بھی ان روزوں کو رکھنے کا اہتمام فرمایا جو ہمارے لئے سنت قرار پایا۔ لہذا رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کی ادائیگی بھی تقویٰ کے حصول کا باعث ہے اور تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو برائیوں سے روکتی اور نیکیوں کی طرف راغب کرتی ہے۔

جب ایک مسلمان رمضان کے پورے مہینے میں کھانے پینے سے اجتناب کرتا ہے اور نفسانی خواہشات پر قابو رکھتا ہے اور دیگر اخلاقی برائیوں سے پرہیز کرتے ہوئے اپنا اکثر وقت عبادات اور نیک کاموں میں گزارتا ہے تو اس کی طبیعت میں نیکی کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور اسے بدی سے نفرت پیدا ہوتی ہے، پھر اس روزے سے خواہشات پر قابو پانے کی مشق کے ساتھ ساتھ تکبر وغرور اور خود پسندی و انانیت کے خاتمے کا بھی موثر علاج ہوجاتا ہے۔ جب ایک مسلمان بھوک اور پیاس کی شدت میں کھانے پینے کی اشیاء سامنے ہوتے ہوئے بھی رضائے الٰہی کی خاطر اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے تو یہی صبر و رضا اسے دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کی منزل پر فائز کردیتا ہے۔

اسی حقیقت کو حضور نبی کریم ﷺ نے حدیث مبارکہ میں یوں ارشاد فرمایا:

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه. (صحیح بخاری)

''جس شخص نے ایمان اور احتساب (طلب ثواب اور اخلاص) کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

من قام رمضان ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه. (سنن نسائی)

''جس نے ایمان اور احتساب سے رمضان کے روزے رکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا

ہے جس طرح ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے''۔

جو روزے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ سے طلب ثواب اور اخلاص سے رکھے جاتے ہیں اس کے ثواب کا اندازہ درج ذیل حدیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

کل عمل ابن ادم یضاعف الحسنة لعشرا امثالها الی سبع مائة ضعف قال الله تعالیٰ الا الصوم فانه لی وانا اجزی به. (صحیح مسلم)

''آدمی کے ہر عمل کا ثواب (اللہ تعالیٰ کے ہاں) دس گناہ سے لے کر سات سو گناہ تک ہوجاتا ہے (لیکن روزے کی تو بات ہی کچھ اور ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزہ تو خاص میرے لئے ہے اس لئے اس کا ثواب میں اپنی مرضی سے جتنا چاہوں گا دوں گا''۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ایمان اور احتساب سے رکھے گئے روزوں کا اجر ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

من فطر فیه صائما کان مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وکان له مثل اجره من غیر ان ینتقص من اجره شیئا. (سنن ابن ماجه)

''جو شخص اس (رمضان) میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے گا اس کے گناہوں کے لئے معافی ہے اور وہ خود کو نار جہنم سے بچالے گا اور اسے روزہ دار جتنا ہی ثواب ملے گا جبکہ اس روزہ دار کے اپنے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی''۔

ایک روایت میں حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

بلصائم فرحتان لغیر حهما اذا افطر فرح، واذا لقی ربه فرح بصومه. (صحیح البخاری)

''روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت''۔

لمحہ فکریہ ہے آج ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر جائزہ لینا ہوگا کہ ہمارے روزوں کے وہ فیوض و برکات ظاہر نہیں ہوتے جن کا ہم اوپر تذکرہ کرچکے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم روزے کے اصل مقصد، حصول تقویٰ اور ضبط نفس سے بے خبر ہیں اور اس کے اہم ترین ارکان ایمان اور احتساب دونوں سے غافل ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آج ہماری پنجگانہ نمازوں میں ریاکاری اور دکھلاوا ہے۔ اسی طرح آج ہمارے روزے بھی نمائشی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں اپنے روزوں سے سوائے بھوک اور پیاس کی اذیت کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اسی بات کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا تھا:

من لم يدع قول الذور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه. (صحيح البخاری)

''اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ اور غلط کاریوں سے نہیں بچتا تو اس کا کھانا پینا چھڑانے سے اللہ کو کوئی سروکار نہیں''۔

جس طرح میدان جنگ میں غازی کے ہاتھ میں ڈھال ہوتی ہے۔ روزہ بھی جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے۔ جس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الصوم جنة من النار كجنة احدكم من القتال. (سنن نسائی)

''روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے جیسے تم میں سے کسی شخص کے پاس لڑائی کی ڈھال ہو''۔

روزہ دار اگر اپنے روزے کو اس کے تمام تر تقاضوں کے ساتھ پورا کرے تو روحانی طاقت کے ساتھ ساتھ اسے وہ جسمانی طاقت بھی نصیب ہوجاتی ہے جس کا ذکر اس ایمان افروز حدیث مبارکہ میں کیا گیا ہے۔

جس میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

والذی نفس محمد بيده لخلوف فم الصائم اطيب عندالله يوم القيمة من ريح المسك. (صحیح مسلم)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے''۔

روزہ دار کو باری تعالیٰ کی طرف سے منفرد انعامات عطا کئے گئے جو صرف روزہ دار کا خاصہ ہیں اور جن میں دوسرے عبادت گزار شریک نہیں ہوں گے۔ اس انفرادیت پر روزہ دار قابل رشک بن گئے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

اذا دخل شهر رمضان فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشيطين. (صحیح البخاری)

''جب رمضان کا مہینہ داخل ہوجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابہ زنجیر کردیا جاتا ہے''۔

شیطانوں کو زنجیروں سے جکڑنے کا مفہوم یہ ہے کہ شیاطین روزہ داروں کو بہکانے، پھسلانے اور وسوسہ اندازی کرنے سے باز رہتے ہیں۔

بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں باری تعالیٰ کی طرف سے روزہ داروں کو ایک خاص تحفہ اور ایک

خاص جودوکرم اور ایک خاص انعام عطا کیا گیا ہے جو صرف انہی کا خاصہ ہے۔ جس پر امت مصطفویؐ باری تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجا لائے اتنا ہی کم ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

ان فی الجنة بابا یقال له الریان یدخل من الصائمون یوم القیمة لا یدخل منه احد غیر هم.

(صحیح البخاری)

''جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے روز اس میں صرف روزہ دار داخل ہونگے اس کے علاوہ اس میں کوئی دوسرا (عبادت گزار) داخل نہیں ہوسکے گا''۔

روزہ کے اجتماعی فوائد

روزہ ایک انفرادی عبادت ہے مگر ایک ہی وقت میں جب جملہ مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات روزہ دار ہوتے ہیں تو اس کے کئی اجتماعی فوائد نظر آتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ جذبۂ ہمدردی (Sympathetic Feelings)

پورا مہینہ بھوکا پیاسا رہنے والے انسان کے اندر جہاں دوسروں کی بھوک و پیاس کا احساس پیدا ہوتا ہے وہاں اس کے دل میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں، ناداروں اور نان شبینہ سے محروم دیگر افراد کے لئے ہمدردی، خیر خواہی اور مدد کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ قناعت و ایثار کی عادت (Habit of Contenment)

جب ایک مسلمان ماہ رمضان میں کم غذا استعمال کرنے کا عادی بن جاتا ہے تو اس کے اندر باقی گیارہ مہینوں میں بھی ایثار وقربانی اور قناعت کی خصوصیات پیدا ہوجاتی ہیں اور وہ ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کی حاجات اور ضروریات کی تکمیل کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کے اندر یہ تبدیلی روزے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ روحانی اتحاد و یگانگت (Spiritual Unity)

ایک ہی وقت میں مسلمانان عالم کا ایک عبادت میں مصروف رہنے سے ان کے درمیان باہمی محبت، الفت، اخوت و بھائی چارہ اور روحانی اتحاد و یگانگت پیدا ہوتی ہے۔ یہ چیز اتفاق و اتحاد، امن وسکون اور رواداری کے فروغ کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی آخرالزماں آقائے دو جہاں ﷺ نے ماہ رمضان کو غمگساری اور مواخات کا مہینہ قرار دیا ہے جس کا حقیقی طور پر عملی مظاہرہ ہمیں رمضان المبارک میں نظر آتا ہے۔

۴۔ جسمانی صحت (Health Welfare)

ہر کام کی زیادتی بری ہوتی ہے لہذا جسم انسانی کو بھی اعتدال و میانہ روی کی عادت ڈالنے کے لئے ایک ماہ کے لئے کم غذا پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ میڈیکل نکتہ نظر سے ایک ماہ تک دن کے بڑے حصے میں معدے کا خالی رہنا صحت جسمانی کے لئے نہایت مفید قرار دیا گیا ہے۔ لہذا روزہ جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے اور عمر میں اضافے کا بھی باعث ہے۔

۵۔ بخشش و مغفرت (Forgiveness and salvation)

روزے کا سب سے بڑا فائدہ اخروی فائدہ ہے جو اس کی بخشش و مغفرت اور نجات کا باعث ہے۔ رحمۃ للعلمین سرور کائنات ﷺ نے رضائے الٰہی کی خاطر رکھے گئے روزوں کو سابقہ گناہوں کے خاتمے اور جنت الفردوس میں داخلے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

رمضان المبارک میں روزے جیسی عظیم عبادت کا اگر دیگر فرض عبادتوں سے فوائد کے حوالے سے تقابل کیا جائے تو درج ذیل اہم پہلو روز روشن کی طرح عیاں نظر آتے ہیں۔

۱۔ روزوں کی جزا دینے کا وعدہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

۲۔ روزے سے انسان کے اندر اللہ رب العزت کی بعض صفات پیدا ہوتی ہیں کیونکہ وہ خود کھانے اور پینے اور دیگر علائق بشری سے کلیۃً پاک وصاف ہے۔

۳۔ روزے سے انسان اپنے اندر ملائکہ اور ارواح کی صفات محسوس کرتا ہے جیسے فرشتے اور روح نظر نہیں آتے روزہ بھی نظر نہیں آتا بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔

۴۔ دیگر عبادتوں کے ثواب اور انعام کو باری تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کردیا ہے مگر روزے کے اجر اور انعام کو ظاہر نہیں فرمایا جسے وہ قیامت کے دن ظاہر فرمائے گا۔

۵۔ روزہ وہ خالص عبادت ہے جس میں تصنع، بناوٹ اور ریاکاری کا شائبہ نہیں جبکہ دیگر عبادات اس سے خالی نہیں۔

۶۔ باقی عبادات کسی نہ کسی شکل میں دیگر مذاہب میں اس طرح بھی پائی جاتی تھیں جس سے غیر اللہ کی عبادت کی جاتی تھی مگر خالص روزہ ایسی عبادت الٰہی ہے جس کے ساتھ کبھی غیر اللہ کی عبادت نہیں ہوئی۔ اس لئے روزہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ مرغوب اور پسندیدہ ہے۔

۷۔ نبی کریم ﷺ نے نفس انسانی کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ روزے کا مقصد نفس پر کنٹرول اور غلبہ حاصل کرنا ہے جبکہ دیگر عبادتوں میں اس قدر مشقت اور اور نفس کشی نہیں ہوتی۔

۸۔ صرف روزہ ایسی باطنی عبادت ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ اس کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جبکہ دیگر عبادتوں کا زیادہ تر تعلق ظاہر کے ساتھ ہے اور باطن کو ظاہر کے مقابلے میں فوقیت حاصل ہے کیونکہ جب تک اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب نہ ہو انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ لہذا روزہ سے انسان کمال کی طرف بڑھتا ہے جو اس عبادت کا خاصہ ہے۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ

راضیہ نوید

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ روئے زمین پر سب سے پہلے نبوت محمدی ﷺ کی تصدیق کرنے والی ہستی تھیں جنہوں نے فہم وفراست ،تدبر وحکمت ، ایثار وقربانی، خدمت اور دلسوزی کے ایسے روشن مینار قائم کئے جنکی نورانی شعاعوں سے رہتی دنیا تک پوری دنیا جگمگاتی رہے گی۔آپ ؓ مختلف تاریخی روایات کے مطابق عام الفیل سے پندرہ برس قبل یا رسول اللہ ﷺ کے اعلانِ نبوت سے پچپن سال پہلے یا سن ہجری سے تریسٹھ سال قبل پیدا ہوئیں۔آپ ؓ قبیلہ قریش کی ایک نہایت معزز شاخ بنی اسد سے تعلق رکھتی تھیں ۔ یہ خاندان اپنی شرافت اور کاروباری معاملات میں ایمان داری کے حوالے سے مشہور تھا۔آپ ؓ کے والد کا نام خویلد بن اسد جبکہ والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔آپ ؓ کا سلسلئہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے: خدیجہ ؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ،قصی سرکار دو عالم ﷺ کے جد امجد تھے۔

حضرت قتادہ ؓ کے قول کے مطابق حضرت خدیجہ ؓ کی پہلی شادی عتیق بن عائد مخزومی سے ہوئی جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔اس کے انتقال کے بعد آپ ؓ کی دوسری شادی ابو ھالہ ہند بن نباش تمیمی سے ہوئی جس سے تین لڑکے ہند،ھالہ اور طاہر پیدا ہوئے۔کچھ عرصے بعد ابو ھالہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔آپ ؓ کا تیسرا نکاح آنحضور ﷺ سے ہوا۔

ابو ھالہ کی وفات کے بعد آپ ؓ کی پوری توجہ کاروبار کی طرف تھی ۔وہ کسی مرد کو سامان تجارت مقررہ اجرت پر یا مضاربت کے اصول کے تحت حصے پر دے دیتیں۔اس مقصد کے لئے انھیں ہر وقت ایسے شخص کی تلاش رہتی جو شریف النفس ہو ،صادق ہو اور جس کی امانت و دیانت پر بھروسہ کیا جا سکے۔ جب آپ ؓ نے آنحضور ﷺ کی شہرت سنی تو ایک آدمی کے ذریعے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ ﷺ میرا سامان تجارت لے کر شام جائیں تو آپ ﷺ کو دوگناہ معاوضہ دوں گی۔آپ ﷺ نے اس پیشکش کو قبول فرما لیا۔آپ ﷺ نے سامان تجارت فروخت فرمایا تو خلاف توقع بہت زیادہ منافع ہوا۔شام کے سفر سے

جب یہ قافلہ مکہ سے واپس پہنچا تو دو پہر کا وقت تھا۔سیدہ خدیجہؓ اس وقت اپنے گھر کی بالائی منزل پر تھیں ۔انھوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے اونٹ پر سوار چلے آرہے ہیں اور دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہو ئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے غلام میسرہ نے بھی جو حضور علیہ السلام کی خدمت پر مامور تھا راستے میں پیش آنے والے معجزات سے اپنی مالکہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کو آگاہ کیا۔

قریش کا ہر وہ شخص جو نکاح کے قابل تھا،آپؓ سے نکاح کا خواہشمند تھا اور مکہ کے اکثر نامور اور بااثر سرداروں نے اپنی اس خواہش کو باضابطہ طور پر آپؓ تک پہنچایا بھی تھا مگر آپؓ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب آپؓ نے حضور ﷺ کی مبارک ،مقدس اور ہر دلعزیز شخصیت کو دیکھا تو آپ ﷺ سے نکاح کا فیصلہ کرلیا۔آپؓ نے اپنی قابل اعتماد سہیلی نفیسہ کو آپ ﷺ کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور پیغام نکاح دیا۔ جسے آپ ﷺ نے قبول فرما لیا چنانچہ آنحضور ﷺ کی جانب سے ان کے چچاؤں اور بزرگ رشتہ داروں جن میں حضرت ابو طالبؓ اور حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے نے شرکت کی جبکہ حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ورقہ بن نوفل، آپؓ کے چچا عمرو بن اسد وغیرہ نے شرکت کی۔ اکثر روایات کے مطابق بیس اونٹ اور بعض روایات کے مطابق چار سو طلائی دینار بطور حق مہر اسی وقت ادا کئے گئے جبکہ نکاح کے بعد ولیمے کا اہتمام کیا گیا جس کے لئے دو اونٹ ذبح کئے گئے۔

آنحضور ﷺ کے متعلقین کے ساتھ آپؓ کی اتنی محبت اور شفقت تھی کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔حضرت حلیمہ سعدیہؓ جنھوں نے بچپن میں آنحضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا،ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور شکایت کی کہ قحط سالی نے انھیں بری طرح متاثر کیا ہے اور تمام مویشی ہلاک ہو چکے ہیں۔آپؓ نے ان کو چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ مرحمت فرمایا۔

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی قوم کی جہالت اور کفر دیکھ کر کڑھتے رہتے۔آپ ﷺ کے سامنے بے جان اور بے وقعت بتوں کی پرستش ہوتی ،لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا ،کسی کی جان ،مال اور آبرو محفوظ نہ تھی، معاشرے میں ظلم وستم اور فساد عام تھا اور یہ تمام رویے آپ ﷺ کی طبیعت پر بڑا بوجھ تھے لہذا ان مسائل کے متعلق گہری سوچ نے آپ ﷺ کو خلوت نشینی کی طرف مائل کر دیا لہذا آپ ﷺ مکہ سے تین میل دور غار حرا میں تشریف لے جاتے اور مسلسل کئی کئی دن عبادت و ریاضت اور مراقبے میں گزار دیتے۔آپ ﷺ کھانے کا سامان ساتھ غار حرا لے کر جاتے اور جب سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس تشریف لے آتے۔ سیدہ خدیجہؓ پھر چند روز کا سامان مہیا کر دیتیں اور یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔آخر کار ماہ رمضان المبارک عام

الفیل کی ایک رات جب آپ ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھے تو آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی ۔اس واقعے سے آپ ﷺ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی ۔آپ ﷺ کانپتے اور لرزتے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ۔چنانچہ آپ ﷺ کو کمبل اوڑھا دیا گیا۔جب خوف اور حیرت کی کیفیت ذرا کم ہوئی تو سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ کو سنا دیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت خدیجہؓ کو وہ ذھانت و فطانت اور معاملہ فہمی عطا فرمائی کہ سارا واقعہ سنتے ہی حقیقت سمجھ گیئں اور آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ '' ہرگز نہیں! آپ ﷺ خوش ہو جایئے۔خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔آپ ﷺ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں،امانتیں ادا کرتے ہیں ،بے سہارا لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اور نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں۔'' آپؓ حضور ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو بت پرستی چھوڑ کر عیسائیت قبول کر چکے تھے جو ایک جید عالم تھے اور انجیل کی کتابت کرتے تھے ۔انھوں نے سارا ماجرا سن کر کہا:''یہ وہی عالم بالا سے وحی لانے والا فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔۔۔۔کاش میں آپ ﷺ کے زمانہ نبوت میں موجود ہوتا۔کاش ! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو شہر سے نکال دے گی۔''

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ آپ ﷺ کی وفاشعار رفیقہ حیات تھیں جو ہر موقع پر آپ ﷺ کی ڈھارس بندھاتیں اور سکون و اطمینان کا باعث بنتیں ۔جس خوش بخت ہستی کو سب سے پہلے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ تمام مسلمانوں کی باعظمت ماں حضرت خدیجہؓ ہیں۔ سیدہؓ کے اس جرأت مندانہ اقدام نے خواتین کے عز وشرف میں وہ چار چاند لگا دیے جن کی نورانی کرنیں خواتین کی حرمت و وقار کو تا ابد درخشندہ بنائے رکھیں گی۔ سیدہ خدیجہؓ نے اپنے گھر میں لطف و کرم،انسانی ہمدردی، خیر خواہی ،حق پسندی و حق دوستی ،بے لوثی و بے غرضی کی مثالیں قائم کیں کہ جہاں ہر لحہ انوار و تجلیات الٰہی کی سہانی سہانی شعاعیں ضیاء پاش رہتی تھیں۔

آپؓ کی زندگی صرف اپنے گھر تک محدود نہ تھی بلکہ آپؓ حضور ﷺ کے انقلابی سفر میں شانہ بشانہ تھیں ۔آپؓ نے اپنا گھر،اپنا مال حتیٰ کہ ہر چیز آپ ﷺ کے حوالے کر دی کہ دین کی تبلیغ کے لئے اسے استعمال کر سکیں۔اہل قریش نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو ختم کرنے کے لئے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور ایک دستاویز تیار کی کہ جب تک بنی ھاشم اور بنی مطلب محمد ﷺ کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہیں کرتے اس وقت تک ان سے میل جول ،بیاہ شادی ،لین دین اور بول چال کا کوئی تعلق نہیں رکھا جائے گا۔شعب ابی

طالب میں تنگی وعسرت، قید و بند اور فاقہ کشی کا یہ ہولناک دور تین سال تک جاری رہا۔ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے ابتلاء و آزمائش کا یہ سخت ترین دور بڑے صبر اور حوصلے سے گزارا،حق کی راہ میں آنے والی تمام مشکلات، تکلیفیں اور پریشانیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔مکہ کی خوشحال ترین خاتون اپنے رفیق حیات کے ساتھ پیکر تسلیم و رضا بنی ہوئی تھیں اور ایسے لمحات میں بھی مصیبت میں مبتلا افراد کو دلاسا دینے اور ان کا حوصلہ بلند کرنے کی کوشش میں مصروف تھیں۔

تین سال بعد مقاطعے کا خاتمہ ہو گیا لیکن اس دوران آپؓ کی صحت بہت بگڑ گئی اور آپؓ سخت بیمار ہوگئیں۔حضور ﷺ نے ان کے علاج معالجے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا لہذا امت مسلمہ کی یہ شفیق و رحیم اور عظیم ماں ۱۰ رمضان المبارک بعد از بعثت نبیؐ وصال فرما گئیں۔حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لحد میں اتارا۔نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی کیونکہ اس وقت تک نماز جنازہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی فنائیت و فدائیت اور اخلاص کا اللہ رب العزت کے ہاں یہ عالم تھا کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب 'صحیح بخاری' میں حضرت ابو ھریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جبرائیلؑ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ خدیجہؓ ابھی ابھی ایک برتن میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر آپ ﷺ کے پاس آئیں گی۔آپ ﷺ ان سے رب العالمین کا سلام کہہ دیجئے اور میرا سلام بھی ان کی خدمت میں پہنچا دیجئے ۔انھیں جنت کے ایک ایسے محل کی بشارت بھی دیجیے جو خالص مروارید سے تیار کیا ہوا ہو گا اور اس میں کسی قسم کا رنج والم نہ ہوگا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ فطری طور پر شرافت اور پاکیزگی وطہارت کا مجسمہ تھیں۔حضور ﷺ کے ساتھ شادی کے وقت سیدہؓ چالیس برس کی تھیں اور بیوہ بھی لیکن ان کی پسندیدہ شخصیت ،ان کے وفادارانہ طرز عمل اور انکی دلنشیں عادات واطوار نے حضور ﷺ کے دل میں محبت وانسیت کا گہرا نقش ثبت کر دیا تھا کہ حضور ﷺ نے ان کی موجودگی میں پوری ربع صدی تک کسی اور خاتون سے نکاح کا خیال تک نہ کیا اور آپؓ کے وصال کے بعد بھی ان کی یاد اور ان سے محبت کا یہ لافانی سلسلہ بدستور قائم رہا۔حضور ﷺ کی ۲۵ سالہ رفاقت نے ان کی خوبیوں کو اتنا نکھار دیا کہ ان کی روشن اور درخشندہ سیرت قیامت تک پوری انسانیت کے لئے مینارۂ نور بنی رہے گی۔

تا حشر! خوشا! سرورِ کونین کے ہمراہ — زندہ ہے ہر آن تیرا نام خدیجہؓ
اسلام کو طاقت تیرے ایثار نے بخشی — خوب تیری خدمتِ اسلام خدیجہؓ

جدید تعلیم اور صوفی ازم

ڈاکٹر فرحین اقبال

جدید تعلیم جو آکسفورڈ کی کتابوں پر مشتمل ہے جس میں ہر موضوع جو سائنس سے تعلق رکھتا ہو ابتدا سے ہی اس کی بنیاد سے متعلق مفید معلومات مہیا کی جاتی ہیں۔ اگر یہ عمارت مضبوط بنیادوں پر استوار ہو تو آگے چل کر ذہنی نشوونما کے نئے دریچے کھولتی ہے اور انسان ترقی کی منازل آسانی سے طے کرتا چلا جاتا ہے۔ چاہے یہ انسان مشرق کا ہو یا مغرب کا جہاں تک مشرق کا تعلق ہے تو ہر ایسا علم جو انسان کو دین کے قریب کرے دینی علوم کی فہرست میں شامل ہوجاتا ہے۔ دینی علوم محض مذہب کا ہی نام نہیں بلکہ خدا سے تعلق کو مضبوط بنانے میں جو علم بھی فائدہ دے وہ دینی علم کے زمرے میں ہی آتا ہے چاہے وہ کوئی میڈیکل کی Speciality ہو یا انجینئرنگ کا کوئی باب، یہ سب تو انسان کی ذہنی بالیدگی کے لئے ضروری ہے۔ اہل مشرق کو جو بات مغرب سے ممتاز کرتی ہے وہ یہاں صوفیائے کرام کا موجود ہونا اور روحانی تربیت میں اپنا حصہ ڈالنا ہے جو کہ انسانیت کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں اولیائے کرام نے اپنے حسن اخلاق، محبت اور کردار سے افراد کی روحانی تربیت کی نہ صرف افراد کی بلکہ پورے اسلامی معاشرے کی بہتری کے لئے اقدامات کئے۔ مذہب اسلام انسانی معاشرت کی بہتری کا عظیم داعی ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں فرد کی راہنمائی کرتا ہے۔ تصوف یعنی صفائے قلب یا روحانی بالیدگی کی ضرورت ہر دور میں محسوس کی گئی ہے۔ تصوف روح کی اصلاح کا ضامن ہے۔ اگر ہمارے ارباب اختیار بچوں کے سکول کے سلیبس میں اولیائے کرام کے کارنامے نمایاں طور پر شامل کریں تو نہ صرف یہ قوم کی ترقی کے لئے روحانی فیض ہوگا بلکہ ہر شعبۂ زندگی کے لوگ اسے اپنی تعلیم کا ضروری حصہ خیال کرتے ہوئے معاشرتی سکون پائیں گے۔

اولیاء اللہ چونکہ روحانیت اور علم کا سرچشمہ ہیں اس لئے ان کی محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ان سے محبت کرنے والوں کا شمار بھی اللہ کے دوستوں میں ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث اولیاء اللہ کی عظمت و شان اور عزت و عظمت پر شاہد ہیں۔ حضور سرور کائنات سیدنا محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق امت محمدی کسی زمانے میں بھی اولیاء اللہ اور علمائے صالحین سے خالی نہیں ہوگی اور اولیاء اللہ ہی درحقیقت صوفی ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں جو شریعت ظاہری کے علمبردار اور طریقت کے مظہر ہیں جو اپنی سیرت و کردار سے امت مسلمہ کو شریعت و طریقت پر چلاتے ہیں۔ یہی صوفیائے عظام انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں۔

یہی صوفی ازم اگر ہماری جدیدیت کا حصہ بن جائے تو یہ تشدد کی فضا اور بے چینی کا ماحول یقیناً ایک پرسکون معاشرے میں تبدیل ہوسکتا ہے۔

آج ضرورت ہے جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت میں اولیائے کرام کی تعلیمات شامل کی جائیں انہیں اپنے آباؤ اجداد کے افکار سے آگاہ کیا جائے۔ برصغیر پاک و ہند ہی نہیں پوری دنیائے اسلام انہی کی رشد و ہدایت سے منور ہے۔ ان حضرات نے تصوف کے ایسے مراکز اور خانقاہیں قائم کیں کہ تخت نشینوں کو رشک آنے لگا۔ اگر صدیوں پر محیط صوفیائے عظام کی مساعی کو نظر انداز کیا جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت شاہ رکن عالمؒ جیسے بزرگان دین کے فیضان اور خدمات سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ملتان میں برصغیر کی پہلی اقامتی درسگاہ قائم کی جس میں دینی وعصری تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون کے شعبے قائم کئے۔ اسی دور میں مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، سندھی اور سرائیکی زبانوں نے فروغ پایا۔

آج جو لوگ ان بزرگان دین اور ان روشن نفوس قدسیہ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانا تو درکنار بے ادبی کی حد تک ان کے مزارات پر جانے کو اچھا خیال نہیں کرتے ایسے لوگوں کی ذہنی صحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جومحض دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور عام لوگوں تک یہ خیالات اس طرح پہنچاتے ہیں کہ مانگو تو ڈائریکٹ اللہ سے مانگو حالانکہ اولیاء اللہ تو رب کا قرب حاصل کرنے کا ایک وسیلہ ہوتے ہیں۔

روزمرہ زندگی میں اگر ہمیں کسی اعلیٰ افسر سے بات کرنی ہوتو ہم ڈائریکٹ جا کر اس کے سامنے اپنا مدعا پیش نہیں کرسکتے بلکہ ہم وسیلے تلاش کرتے ہیں ایسے بندوں کا جو اس اعلیٰ افسر کے قریب ہوتے ہیں جس کی وہ بات زیادہ سنتا ہے، بہ نسبت عام لوگوں کے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ ان اولیائے کرام نے یہ قرب الٰہی شدید مجاہدے کے بعد حاصل کیا ہوتا ہے۔

صوفیائے کرام نے تصوف کی معنویت کے پیش نظر خدمت خلق پر زور دیا۔ انہوں نے خدا پرستی، تصوف، تقویٰ، پرہیزگاری، صبروتحمل، برداشت، عفوودرگذر، محنت، دیانت وامانت اور حقوق العباد کی ادائیگی پر زور دیا۔ دورحاضر میں عصری علوم کے ساتھ ساتھ ان اولیائے کرام کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

آج کے معاشرے میں فرقہ وارانہ اختلافات، دہشت گردی اور تمام تعصّبات کے خاتمے کے لئے ان کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

صوفیائے عظام کوخراج عقیدت پیش کرنے کا ایک اور اصل طریقہ یہی ہے کہ ہم معاشرتی برائیوں کے خاتمے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

ان صوفیائے عظام کے سالانہ عرس کا انعقاد ان کی آفاقی تعلیمات کے فروغ کے لئے دراصل تجدید عہد ہے تاکہ ہم اپنے اندر محبت کا جہاں آباد کریں۔ ملت کے تمام طبقات اور مکاتب فکر انتہا پسندی اور شدت پسندی کے خلاف مشترکہ موقف اختیار کریں۔

تجدید واحیاء دین

غلام مرتضیٰ علوی

(گزشتہ شماروں میں تحریک منہاج القرآن کے مقاصد اورخدمات کی وضاحت میں مضامین کا سلسلہ جاری تھا اس سلسلہ میں نئی تحریر)

کائنات ارض وسماء میں ہر شے تغیر پسند ہے۔زمین آسمان پہاڑ سمندر چرند پرند انسان حیوانات تمام مخلوقات ہرلمحہ تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہیں۔حتی کہ جامدترین اشیاء کے اجزاء جیسے ایٹم ،مالیکیول بھی ہرلمحہ حرکت میں رہتے ہیں بقول شاعر: ؎ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

یعنی تبدیلی ایک ایسا عمل ہے جس کو دوام حاصل ہے ۔ساری کائنات کی طرح انسانی علم بھی ہرلمحہ ترقی کی منازل طے کررہاہے ۔ ہردورمیں علم کی ترقی کے ساتھ انسانی رویے کردار وعمل ضروریات اورتقاضے بدل جاتے ہیں۔ دنیامیں وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو نئے دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتی ہیں جب کہ نئے دور کے تقاضوں سے منہ موڑنے والی اقوام زمانے کی دوڑ سے پیچھے رہ جاتی ہیں ۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ تبدیلی کے سیلاب میں بہہ جانے والی اقوام اپنی شناخت،تشخص اوراقدار بھی کھو دیتی ہیں لہذا وہی تہذیبیں زندہ رہتی ہیں جواپنی ثقافت کی حفاظت بھی کریں اور نئے دور کے تقاضوں کے مطابق ترقی کی دوڑ میں شامل بھی رہیں ۔

دین اسلام دین فطرت ہے اوراس نے قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کرنی ہے۔ اسلام کی تعلیمات اس قدر جامع اوراکمل ہیں کہ یہ ہر دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتاہے۔ اسلام جہاں تقلید کے ذریعے اپنی بنیادی اقدار کو نئے نسلوں میں منتقل کرتاہے وہاں قیاس اوراجتہاد کے دروازے بھی ہمیشہ کھلے رکھتاہے۔ دین اسلام خود چونکہ سراپاعلم ہے لہذ ایہ نہ صرف ہردور کے مسائل کا حل پیش کرتاہے بلکہ تحقیق کی راہیں بھی متعین کرتاہے ۔

تجدید دین کی ضرورت واہمیت

ایک صدی کے عرصے میں تقریباً 4 نسلیں بدل جاتی ہیں۔زمانے کی تیز رفتار ترقی کے ساتھ نسلوں تک تہذیب وثقافت کوبچائے رکھنا اورنئے دور کے چیلنجز کامقابلہ بھی کرنا ایک مشکل امر ہے لہذا اللہ رب العزت نے قیامت تک دین اسلام کوایک زندہ اورقابل عمل دین رکھنے کے لیے حضور کی امت پرخاص کرم فرمایا اوروہ یہ کہ اللہ رب

العزت ہرصدی کی ابتداء میں ایک مجدد بھیجتا ہے جوکہ دین کی تجدید کرتا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ جَلَالُهُ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.

(ابوداود، کتاب: الملاحم، باب: مایذکر فی قرن المائة، ۴/۱۰۹، الرقم: ۴۲۹۱)

''اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آخر میں کسی ایسے شخص (یا اشخاص) کو پیدا فرمائے گا جو اس (امت) کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا''۔

اسلام کو 14 سو سال سے زندہ رہنے اور دنیا میں سب سے زیادہ Practicing مذہب ہونے کا اعزاز حاصل ہے اس کا ایک بڑا سبب اللہ رب العزت کا ہر صدی میں ایک مجدد کو پیدا کرنا ہے۔جو صدی بھر کے لیے دین کو زندہ اور قابل عمل حقیقت ثابت کرتا ہے۔

دور حاضر میں تجدید دین کی ضرورت

آج سے 30 سال قبل جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک طرف اسلام کی سیاسی ،معاشی، معاشرتی ، اخلاقی اقدار کمزور ہوتی ہوئی دیکھائی دیتی ہیں تو دوسری طرف اندرونی اور بیرونی فتنوں کی یلغار اس قدر طاقتور تھی کہ مذہبی طبقہ اپنی بقا کی جنگ میں مصروف عمل تھا۔ اندرونی سطح پر ملکی فرقہ واریت نے مسلمانان برصغیر کو دست وگریباں کررکھا تھا۔تو بیرونی سطح پر فتنہ قایادنیت اور خارجیت مسلمانوں کے دلوں میں نفرت اور تفرقہ کی آگ جلا رہا تھا۔ایک طرف قدیم نصاب تعلیم اور طریقہ تدریس نے تقلید کا ایسا جامد تصور پیش کیا تھا کہ علم وتحقیق کی راہ اختیار کرنا جرم قرار پا گیا اور دوسری طرف معاشرے میں تنگ نظری اور انتہا پسندی کو اس قدر فروغ ملا کہ ہر طبقہ اور مسلک دوسروں پر کفر وشرک کے فتوے لگانے لگا۔

بیرونی طاقتوں نے کبھی جہاد افغانستان کے نام پر اور کبھی دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر نہ صرف پوری عسکری اور سیاسی قیادت کو بلکہ پوری قوم کو قتل وغارت گری کے ایک عذاب میں مبتلا کر دیا تھا۔اسلام کے تصور جہاد کو مسخ کر دیا گیا۔ بین المذاہب رواداری کا خاتمہ ہوگیا۔دنیا تہذیبی تصادم کے کنارے پر پہنچ چکی تھی۔

ایسے میں ضرورت تھی ایک مجدد فرد اور مجددانہ تحریک کی جو علم وتحقیق سے قدیم روایات کے حامل طبقے کو زمانے کی دوڑ میں شامل کرے اور زمانے کی رفتار کے ساتھ دوڑنے والے طبقے کو دلائل کی قوت کے ساتھ اسلام کی ثقافت ایسے پیش کرے کہ وہ طبقہ 14 سو سال پہلے کے معاشرے کی اقدار کو اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھنے لگے۔

تحریک منہاج القرآن اور تجدید دین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امت مسلمہ کے انہی مسائل کے حل کے لیے اسلام کے ہر ہر پہلو پر تجدید واحیاء دین کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی۔تحریک منہاج القرآن

گزشتہ 30 سالوں سے دین اسلام کے ہر ہر پہلو میں تجدید واحیاء کی جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے ہے۔فتنہ وفساد اورکفر وشرک کے فتوؤں میں بین المسالک امن ورواداری کا فروغ ہو، یا دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچانے کے لیے بین المذاہب رواداری کا قیام،عقائد اسلامی کا دفاع ہو یا فروغ عشق رسول ﷺ، ذخیرہ حدیث کو دور حاضر کی علمی ضروریات کے مطابق جدید اسلوب تحقیق سے ترتیب نو دینے کا معاملہ ہو یا تصوف کے علمی وعملی احیاء کا معاملہ، عالمی سطح پر تحفظ ایمان کی جدوجہد ہو یا دہشت گردی کے فتنے کا مقابلہ تحریک منہاج القرآن ہر محاذ پر اسلام کے دفاع اور نئی نسلوں میں اسلامی اقدار کی منتقلی کے لیے مصروف عمل ہے۔تحریک منہاج القرآن کی حسب ذیل پہلوؤں میں تجدیدی خدمات نمایاں ہیں۔

۱۔عالمگیر سطح پر دعوتی وتنظیمی نیٹ ورک کا قیام	۲۔عقائد اسلامی کا دفاع اور فروغ
۳۔بین المسالک امن ورواداری کا قیام	۴۔بین المذاہب ہم آہنگی کا فروغ
۵۔عشق رسول ﷺ کا فروغ	۶۔تصوف کا علمی وعملی احیاء
۷۔تدوین حدیث میں تجدیدی خدمات	۸۔علم کے فروغ میں ملکی و بین الاقوامی خدمات
۹۔دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے خلاف جدوجہد	۱۰۔جدید ذرائع دعوت کا بہترین استعمال
۱۱۔تصنیف وتالیف کے ذریعے امت کی رہنمائی	

ان پہلوؤں میں سے چند پہلوؤں کی مختصر وضاحت سابقہ مضامین میں گزر چکی ہے جبکہ اہم پہلوؤں میں تجدیدی خدمات حسب ذیل ہیں۔

1۔عالمگیر سطح پر دعوتی تبلیغی نیٹ ورک کا قیام

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت کو افراد معاشرہ کے ذریعے قائم بہترین نیٹ ورک کے بغیر دنیا بھر میں پہنچانا ناممکن ہے۔خصوصاً موجودہ ترقی یافتہ دور میں اداروں دفاتر اور افراد کے وسیع تر نیٹ ورک کے بغیر کسی بھی فکر کو دنیا تک پہنچانا اور افراد معاشرہ کے کردار کو اس فکر میں ڈھالنا ناممکن ہے۔

تحریک منہاج القرآن نے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر امت مسلمہ کی علمی وفکری رہنمائی، نئی نسلوں کے ایمان کے تحفظ اور امر بالمعروف کی جدوجہد کو وسیع اور مضبوط تر کرنے کے لیے ملک میں یونٹ، یونین کونسل ،تحصیل اور ضلع سے لے کر دنیا کے تمام آباد براعظموں تک 100 سے زائد ممالک میں دعوتی وتبلیغی اور تعلیمی نیٹ ورک قائم کیا ہے ۔اس دعوتی وتبلیغی نیٹ ورک کے ساتھ ساتھ جاپان سے امریکہ تک اور آسٹریلیا سے ناروے تک مقامی افراد اور خصوصاً برصغیر سے جانے والے افراد پر مشتمل تنظیمات کا پورا نیٹ ورک بھی قائم ہے۔ یورپ وامریکہ کے اکثر ممالک میں وسیع وعریض اسلامک سینٹرز قائم ہیں۔دنیا بھر میں قائم تنظیمات ان ممالک کے قوانین کا احترام

کرتے ہوئے دعوت وتبلیغ حق اوراصلاح احوال امت میں مصروف عمل ہیں۔100 سے زائد ممالک میں دعوتی نیٹ ورک جبکہ 80 سے زائد ممالک میں تنظیمی نیٹ ورک قائم ہے اوران ممالک میں 50 سے زائد اسلامک سینٹرز بھی قائم ہوچکے ہیں۔ان سینٹر ز پرمسلمانوں کی مذہبی تقریبات کے ساتھ ساتھ خطبات جمعہ اورنئ نسلوں میں اسلامی اقدار کی منتقلی کی جدوجہد جاری ہے۔

2۔امن اوررواداری کافروغ

اتحاد امت تحریک منہاج القرآن کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ہے ۔تحریک منہاج القرآن نے جس دورمیں اصلاح احوال کی جدوجہد کاآغاز کیا اس دورمیں ملکی سطح پرفرقہ واریت اورکفر وشرک کے فتوؤں کابازارگرم تھا جبکہ عالمی سطح پردنیا تہذیبی تصادم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایسے دور میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے اپنی دعوت کی بنیاد امن وسلامتی پررکھی۔آپ نے بین المذاہب اوربین المسالک دونوں سطحوں پرامن ورواداری کے فروغ کی جدوجہد کی۔

بین المسالک امن ورواداری کافروغ

حضور نبی اکرم ﷺ کی لخت لخت امت کو پھر سے یکجا کرنے کے لیے دلوں میں نفرت وکدورت کی بجائے پیار ومحبت کے چراغ جلانے کے لیےتحریک منہاج القرآن ۳۰ سالوں سے مصروف جدوجہد ہے۔ بین المسالک رواداری کے فروغ میں تحریک منہاج القرآن کی چند اہم خدمات حسب ذیل ہیں۔

۱۔دعوت وتبلیغ میں تکفیر سے اجتناب
۲۔امر بالمعروف کی دعوت کومسالک سے بالا تر رکھنا
۳۔اتحاد امت کے لیےعملی جدوجہد
۴۔اہل تشیع سے مشترکہ جدوجہد کامعاہدہ (اعلامیہ وحدت)
۵۔عالمی ختم نبوت کانفرنس لاہور

تحریک منہاج القرآن نے اپنی 30 سالہ جدوجہد میں ہرسطح پرامن ورواداری کوفروغ دیا ہے۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کبھی تحریر وتبلیغ میں کسی مسلم فرقے پرکفر وشرک کافتویٰ نہیں لگایا۔ہرمسلک کے افرادتحریک کے مرکز پرآتے ہیں، اس کی ممبر شپ اختیار کرتے ہیں اوراس پلیٹ فارم پرخدمت دین کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔یہی وجہ ہے کروڑوں کی تعداد میں حضور ﷺ کی امت کے افرادتحریک منہاج القرآن سے محبت رکھتے ہیں اوراس پلیٹ فارم پرخدمت دین جاری رکھے ہوئے ہیں۔اس کی بہترین مثال شیخ الاسلام کا حالیہ دورہ بھارت ہے۔تحریک منہاج القرآن ملکی سرحدوں سے پار امت مسلمہ کوایک پلیٹ فارم پرجمع کرنے کے لیے عالمگیر جدوجہد بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔انگلینڈ میں سال ہاسال سے جاری الھدایہ کیمپ، دورہ بخاری ،دورہ مسلم جیسے سینکڑوں پروگرام، اجتماعات اورکیمپوں کے ذریعے اس فکر کو عام کرنے میں مصروف

عمل ہے۔عالمی سطح پر اتحاد امت کی جدوجہد کا آغاز ۱۹۸۸ میں ہی کر دیا گیا تھا۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس لندن

19 جون 1988ء میں لندن میں ویمبلے ہال میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد ایک فقید المثال تاریخی واقعہ ہے اس کانفرنس میں دنیا بھر سے عالم اسلام کی نامور ہستیاں شریک ہوئیں۔اس کانفرنس میں 71 نکات پر مشتمل ویمبلے ڈیکلریشن جاری کیا گیا۔

بین المذاہب رواداری کا فروغ

تحریک منہاج القرآن نے جہاں امت مسلمہ کو ایک وحدت میں پرونے کی کوشش کی ہے وہاں عالمی سطح پر مذاہب کے درمیان نفرت وکدورت کو کم کرنے ،دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچانے اور انسانیت میں پیار، محبت اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے ہر سطح پر جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ بین المذاہب رواداری کے فروغ کے سلسلہ میں تحریک منہاج القرآن کی اہم ترین خدمات حسب ذیل ہیں۔

۱۔مسلم کرسچین ڈائیلاگ فورم (MCDF) کا قیام

۲۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت منانا

۳۔ چرچ اور مندر میں محافل میلاد مصطفیٰ کا انعقاد

۴۔گستاخانہ خاکوں کے خلاف عالمی رہنماؤں کو خطوط

۵۔قرآن برن ڈے جیسے واقعات کی روک تھام کے لیے اقدامات

۶۔عالمی امن کانفرنس (ویمبلے لندن) کا انعقاد

ان تمام خدمات کی وضاحت کے لئے بیسیوں صفحات کی ضخامت درکار ہے۔ان خدمات کے نتیجے میں مذاہب کے درمیان نفرتوں کی خلیج کم ہوئی۔محبتوں کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ بین المذاہب رواداری کے فروغ میں جہاں تحریک منہاج القرآن کے مرکز پر گزشتہ کئی سالوں سے مسلم کرسچین ڈائیلاگ فورم کے تحت حضرت عیسٰی علیہ السلام کا یوم ولادت منایا جارہا ہے۔ اس طرح چرچ میں بھی تحریک منہاج القرآن کی کاوش سے محافل میلاد کے انعقاد کا سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے اور اب تاریخ میں پہلی مرتبہ مندر میں بھی جاکر منہاج القرآن نے محفل میلاد منعقد کی اور بالمک مندر لاہور پادری نے نعت مصطفیٰ پڑھی۔ اسی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ عیسائی پادری کو قرآن جلانے سے روک دیا گیا اس کے ان ناپاک عزائم پر عیسائی دنیا نے اس کی مذمت کی۔لندن ویمبلے میں عالمی امن کانفرنس میں تمام مذاہب مل کر بیٹھے اور دنیا کو امن ورواداری کا پیغام دیا۔اس ساری جدوجہد سے سب سے بڑا دین اسلام کا فائدہ میسر آیا کہ پوری دنیا کو اسلام کے امن ورواداری کے پیغام کو سمجھنے کا موقع ملا۔

(جاری ہے)

آبادی اور آبادکاری

(11 جولائی عالمی یوم آزادی کے موقع پر خصوصی تحریر)

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

عالم انسانیت کے ہاں سب سے پہلے آبادی کے ''مسئلے'' کا ادراک اس وقت ہوا جب معروف ماہر معاشیات ''مالتھس'' نے یہ نظریہ پیش کیا کہ آبادی ایک دو چار آٹھ سولہ بتیس اور چونسٹھ کے حساب سے بڑھتی ہے جبکہ وسائل میں اضافہ ایک دو تین چار پانچ چھ اور سات کے حساب سے ہوتا ہے۔اس نظریہ کے مطابق آبادی میں اضافہ وسائل پر بوجھ کا باعث بنتا ہے اور نئے آنے والے بچوں کوانکا حق نہیں مل پاتا۔اس طرح آبادی کے اضافے کے ساتھ ساتھ شہروں میں جگہ کم پڑنے لگتی ہے ،پہلے لوگ کھلے کھلے مکانوں میں رہتے ہیں،پھر کمروں میں اضافے سے مکان تنگ پڑنے لگتے ہیں اور آبادی میں اضافہ برقرار رہے تو دوسری اور تیسری منزلوں کی تعمیر سے گنجانیت میں اضافہ ہوتا ہے جو انسانی صحت اور انسانی نفسیات پر مضر اثرات کا باعث بنتا ہے۔

آبادی میں اضافے سے جو وسائل چند لوگوں میں تقسیم ہونے تھے اب زیادہ میں تقسیم ہونے سے انکی فی کس شرح میں کمی واقع ہو جاتی ہے جس سے لوگوں کی غذائی ضروریات پوری نہیں ہوتیں ،قابل کاشت رقبہ اتنا ہی رہتا ہے اور بعض اوقات قدرتی آفات کے باعث فصلیں اتنا اناج فراہم نہیں کر پاتیں جو آبادی کو فی کس کے حساب سے سارا سال چاہیے ہوتا ہے چنانچہ بھوک اور غربت کے قبیح عناصر یہیں سے جنم لیتے ہیں۔بھوک اور غربت سے مہنگائی جنم لیتی ہے اور جب تک آبادی کم ہوتی ہے لوگ ایک دوسرے کو جانتے بوجھتے ہیں ،واقف کار ہوتے ہیں اور باہمی شناسائی موجود ہوتی ہے تو جرائم کا امکان کم سے کم تر ہوتا ہے۔لیکن آبادی بڑھ جانے سے نئے نئے لوگ بھر جاتے ہیں اور جہاں غربت،بھوک اور مہنگائی بھی ہو وہاں تب آبادی کے اضافے سے جرائم جنم لیتے ہیں اور انسانوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔

بچوں کے بڑے ہونے سے انکی تعلیم و تربیت ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے۔آبادی بڑھنے کا اولین اثر بچوں کی تعداد میں اضافے کی صورت میں جنم لیتا ہے۔ زیادہ بچوں کے لیے زیادہ تعلیمی ادارے اورزیادہ ماہر عملہ ،زیادہ کتب،زیادہ لائبریریاں اور زیادہ تجربہ گاہیں اور انکا زیادہ سامان درکار ہوتا ہے جو ظاہر ہے کہ ہر جگہ میسر نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کچھ بچے تو بہترین تعلیم و تربیت کے حصول کے بعد اچھے انسان بن جاتے ہیں جبکہ بہت سے بچے تعلیمی وسائل کی عدم فراہمی کے باعث تعلیم تربیت کے اعلی معیار سے محروم رہتے ہیں اورنتیجہ

کے طور پر بعد میں معاشرے پر بوجھ بنتے ہیں اور جرائم بھی انہیں طرح کے بچوں کو اپنی طرف کشش کرتے ہیں جس سے معاشرے میں بدامنی، بدمعاشی اور غنڈہ گردی کا دوردورہ ہوتا ہے۔

ان سب باتوں سے آج کے جدید ماہرین معاشیات یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آبادی میں زیادتی سے معیارزندگی میں پستی واقع ہو جاتی ہے اورسب انسانوں کو بہترین زندگی گزارنے کے اعلی مواقع میسر نہیں آتے۔ایک زمانے تک تو ماہرین معاشیات یہ بھی کہتے رہے کہ ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا بیکار ہے کیونکہ اسے اس طرح اسکے عوض میں رقم نہیں ملتی جبکہ کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلانا بہتر معاشی سرگرمی ہے کیونکہ اس طرح وہ چند سکے کما سکتی ہے اور باپ کا اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا بیکار ہے کیونکہ اسے اسکا عوض نہیں ملتا جبکہ دوسروں کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا بہتر ہے کیونکہ اس طرح وہ فیس کما سکتا ہے۔''مالتھس'' کے اس نظریہ کو سب سے زیادہ پزیرائی یورپ میں میسر آئی اور حکومتوں نے،معاشروں نے اور افراد کے ہاں بھی اس نظریہ کو قبول عام عطا ہوااور اس پر اجتمائی عملدرآمد شروع کر دیا گیا۔یہ تاریخ کا تقریباً وہی دور ہے جب سقوط غرناطہ کے بعد اسلامی تہذیب کے سائے لمبے ہوتے چلے جا رہے تھے اور یورپی تہذیب کا سورج اپنی پوری حدت اورشدت سے مغرب سے طلوع ہوا چاہتا تھا۔

حیرانی ہے کہ یورپ کی سیکولرتہذیب نے انسان پر انسان ہی کی نسل کو بوجھ بنا دیا؟؟۔جنگل کے جانور بھی اپنی وحشت، بربریت، درندگی اورتہذیب وتمدن و مدنیت سے بُعد کے باوجودکم ازکم اپنی نسل کے بارے میں اتنے خودغرض نہیں ہوتے ۔ اپنی حیوانیت کی قبا میں مامتا کا پیمانہ توجانور کے ہاں بھی بھراہواہوتا ہے۔ حیف ہے اس انسان پرجس نے خودتو جنم لے لیا لیکن اپنے آنے والی نسلوں کوحق زندگی دینے سے صرف اس لیے انکار کردیا کہ نئی نسل کی آمد سے اسکے وسائل میں کمی واقع ہوجائے گی،اسکا معیار زندگی پست ہو جائے گااور تعلیم و تربیت اور غذائی اجناس کا فقدان اسکا دامن گیر ہوجائے گا۔جبکہ حقیقت اسکے باکل برعکس ہے۔''مالتھس'' کا یہ نظر یہ آبادی انسانی تاریخی حقیقتوں اور قدرت کے ری پروڈکشن نظام سے کھلا تضاد رکھتا ہے۔

آج اکیسویں صدی کی دہلیز پرجبکہ انسانی آبادیوں سے شہر کے شہر بھرے پڑے ہیں،زمین نے اپنا سینہ چاک کرکے تو اپنے بے پناہ قیمتی وسائل سے انسانوں کی جھولیاں بھردی ہیں۔یہاں تک کہ ماہرین ارضیات کہہ رہے ہیں کہ بے پناہ وسائل کے حصول کے بعدبھی اب تک زمین کی تہوں میں ایک فیصد وسائل کی کمی بھی نہیں ہوئی۔تیل ،گیس،کوئلہ اور معدنیات سے بھرے ہوئے نہ معلوم کیسے کیسے خزینے اس زمین میں دفن ہیں جو آنے والی نسلوں کی امانت کے طور پر قدرت نے پہلے سے مہیا کر رکھے ہیں۔کیا یہ خدائی انتظام نہیں کہ آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ زمینوں کی پیداواری صلاحیت میں بھی کتنا اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ماضی کے بیل ،کنواں اور انسان ایک قطعہ زمین سے جتنی فصل حاصل کرتے تھے آج مشینوں کی مدد سے پہلے سے کئی گنا زیادہ فصلوں کا حصول ممکن ہے۔

آبادی میں اضافے کے ساتھ ہی خالق کائنات اور رازق کائنات نے ایسے اسباب پیدا کر دیے ہیں کہ کوئی انسان اور ذی روح بھوکا پیاسا نہ رہے۔ اب یہ انسانی معاشروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان وسائل کو توازن کے ساتھ اور انصاف کے ساتھ آبادی میں تقسیم کریں۔ ماضی میں مرغی صرف امیر لوگ ہی تناول کیا کرتے تھے ،دودھ کی بہتات سے شہر خالی تھے،تیل اور گھی ڈھونڈے نہیں ملتے تھے،مشروبات صرف اشرافیہ کے ہاں دستیاب تھے، چائے محض مریض کو ہی میسر ہوا کرتی تھی،چینی تو ایک خواب تھی اور لوگ شکر یا گڑ پر ہی اکتفا کرتے تھے ۔''مالتھس'' کے نظریہ آبادی کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ یہ چیزیں مزید قلت وتعطل میں چلی جاتیں اورناپید ہوجاتیں لیکن اسکے برعکس آج یہ تمام اشیاء پہلے سے کہیں زیادہ بہتات، کثرت اور وافر مقدار میں شہروں اور دوردراز علاقوں کی چھوٹی چھوٹی دکانوں تک میں فراہم ہیں۔

فن معاشیات جیسے جیسے ارتقائی منازل طے کرتا چلا جارہا ہے،ڈارون اورفرائڈ کے نظریات کی طرح''مالتھس'' کے افکار بھی ناپختگی،ظن وتخمین (اندازوں اور گمان) اور ناقص خیالات کی گرد تلے دفن ہوتے چلے جارہے ہیں۔انسانی نفسانی خواہشات کو بھاری بھرکم الفاظ میں فلسفوں کی چادر اوڑھا کرتو زیادہ دیر زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔اس نظریے کے بعد ایک عرصہ تک اسکی پیروی کی جاتی رہی لیکن پھر جب کارپردازان یورپ نے موجودہ حقائق پر نگاہ دوڑائی تو سوائے نقصان کے کچھ نہ پایا اور یہ حقیقت منہ پھاڑے اُن کے سامنے کھڑی تھی کہ اس غیر فطری وغیر طبعی عمل کی وجہ سے پوری کی پوری ایک جنریشن کا گیپ پیدا ہوگیا تھا۔اس نام نہاد فلسفہ پر عمل کرنے والے آج سخت پریشان تھے کہ بوڑھوں کو یا سینئر جنریشن کو Replace کرنے کے لئے نوجوان نسل موجود نہیں تھی! تب فرانس جیسا ملک اس بات پر مجبور ہوا اور حکومت فرانس نے اعلان کیا کہ جوخاتون سب سے زیادہ بچے پیدا کرے گی اسے سب سے بڑا سول قومی ایوارڈ دیا جائے گا۔روس کی حکومت نے اس طرح عوام سے کہا کہ شادی کے بعد ہسپتال میں آئیں اورصرف بچہ پیدا کرکے چلے جائیں اسکی پرورش ،خوراک ،علاج ،تعلیم اور دیگر تمام ضروریات حکومت کی طرف سے پوری کی جائیں گی۔

برطانیہ آج بھی خواتین کو زچگی سے بہت پہلے چھٹی دے دیتا ہے تاکہ وہ اپنا خیال رکھ سکیں اور اس دوران انہیں پوری تنخواہ اور دیگر مراعات بھی مکمل طور پر ملتی رہتی ہیں،اور اگرکوئی خاتون نجی محکمے میں ملازم ہواور اسکا محکمہ اسکو پوری تنخواہ اور دیگر مراعات ادا نہ کرے تو حکومت برطانیہ اس خاتون کو اپنی طرف سے مکمل ادائیگی کرتی ہے اور جس خاتون کی گود میں پانچ سال تک کا بچہ ہو اسے تمام سرکاری تفریح گاہوں میں ماں اور بچے کو مفت داخلہ کا موقع دیا جاتا ہے حتی کہ سرکاری بسوں اور ریل گاڑیوں تک میں اس خاتون کے لیے جس کی گود میں پانچ سال تک کا بچہ ہوخصوصی رعایت حاصل ہوتی ہے۔آج صورتحال یہ ہے کہ اکثر یورپی ممالک دیکھ رہے ہیں کہ اوسط عمر بڑھ جانے سے اورآبادی میں ہوشربا کمی ہوجانے سے آئندہ چندسالوں میں بزرگوں کی کثرت

ہوجائے گی اور کاروبار ریاست سنبھالنے کے لیے نئی نسل انتہائی ناکافی ہوگی تب یہ ممالک مجبور ہیں کہ خوشنما جنت کے جھانسے میں آئے ہوئے پڑھے لکھے باصلاحیت اور ماہرفن نوجوانوں کو پوری دنیا سے درآمد کیا جائے اس سلسلہ میں اب گزشتہ کچھ برسوں سے سرعت کے ساتھ کام جاری ہے۔

اس سنگین اور جان لیواراز کو پاجانے کے بعد یورپ نے خیرخواہ کے روپ میں اس اجتماعی خودکشی کا راستہ ایشیائی ممالک کو سمجھا دیا ہے،جس کا مقصد ان دو کے سوا کچھ نہیں کہ ان ممالک کو دفاعی طور پر کمزور کردیا جائے کیونکہ میدان وہی قوم مارسکتی ہے جس کے پاس مرنے کے لیے نوجوان موجود ہوں اور جس رفتار سے یورپ کی آبادی تیزی سے کمی کی جانب گامزن ہے کچھ بعید نہیں دنیا کی قومیں بہت آسانی سے یورپی زمینوں پر پیدل چل کر ہی قبضہ کرلیں اور دوسرا مقصد عریانی و فحاشی ہے، کیونکہ مذہب،معاشرت اور عزت و ناموس کا خوف جاتے رہنے کے بعد صرف پیٹ کے بوجھ کا خوف ہی وہ واحد خوف ہے جو زنا کے راستے میں رکاوٹ ہے،آبادی پر کنٹرول کے پروگرام کے تحت ضبط تولید کی ادویات و طرق، انسانی معاشرے کو اس خوف سے بھی نجات دے دیں گے تو پھر تباہی و بربادی اور اخلاقی گراوٹ کے راستے میں کونسی رکاوٹ باقی رہے گی؟

حقیقت یہ ہے کہ ہر آنے والا کھانے کے لیے ایک منہ اور محنت کرنے کے لیے دو ہاتھ ساتھ لاتا ہے،اوراسکے ذہن میں قدرت نے جو خزانے رکھ چھوڑے ہیں انکا تو کوئی مول ہی نہیں۔ ہر پیدا ہونے والا مختلف صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے اور پھر یہ صلاحیتیں زمینی و انسانی وسائل کو کارآمد بنانے کے لیے خام مال کا کام دیتی ہیں۔ قدرت کا اپنا نظام ہے اور قانون قدرت ہے کہ جتنی کسی جگہ پہ آبادی ہوتی ہے اس کی ضرورت سے دگنا رزق اللہ اس سرزمین میں پنہاں رکھتا ہے۔ اور تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب کبھی آبادی بڑھ بھی جاتی ہے تو زلزلے،طوفان، وبائیں اور قدرتی آفات سے قدرت خود اسے اپنے حساب سے متوازن کر دیتی ہے اور قدرت والے کو اپنے کاموں میں کسی کی شراکت قطعاً بھی برداشت نہیں۔پھر انسانوں کے پاس اسکا بہترین حل نئے شہروں کی آبادکاری ہے۔یورپ نے خودغرضی،نفسانیت اور جنسی لذتوں کو خوبصورت ناموں سے انسانیت میں متعارف کرایا ہے لیکن یہ محض دھوکے ہیں۔جانوروں ، پرندوں،حشرات الارض ،جنگلات اور درختوں تک کی افزائش نسل پر بے پناہ سرمایہ صرف کرنے والی سیکولر یورپی تہذیب دوسری قوموں کو انسانوں کی نسل کشی پر مجبور کرتی ہے خواہ اس کے لیے اخلاق باختہ طریقے ہی کیوں نہ آزمائے جائیں کیونکہ مصر میں ہونے والی خواتین کانفرنس میں یہ قرارداد منظور کرائی گئی کہ آبادی کو بڑھنے سے روکنے کے لیے ہم جنسیت کو عام کیا جائے ،الامان والحفیظ!۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

آیئے قرآن سیکھیں

حافظ محمد سعید رضا بغدادی

عرفان القرآن کورس

درس نمبر 47 آیت نمبر ۹۸ تا ۱۰۱ (سورۃ البقرہ)

تجوید

اقسامِ مدّات کا بیان

سوال: مدّ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مدّ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مدِّ اصلی ۲۔ مدِّ فرعی

۱۔ مدِّ اصلی کی تعریف مع امثال

مدِّ اصلی وہ ہے جو کسی سبب کی محتاج نہ ہو جیسے: ''قَالَ، قَالُو، قِيْلَ''

۲۔ مدِّ فرعی کی تعریف مع امثال

مدِّ فرعی وہ مدّ ہے جو کسی سبب کی محتاج ہو جیسے: ''جَآءَ، جِیْءَ، سُوْٓءَ'' میں مَدّ ''ء'' کے سبب ہے۔

سوال: مدِّ فرعی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مدِّ فرعی کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ مدِّ متّصل ۲۔ مدِّ منفصل ۳۔ مدِّ عارض ۴۔ مدِّ لازم

ترجمہ

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ

متن	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا	لِلّٰهِ	وَ	مَلٰٓئِكَتِهٖ	وَرُسُلِهٖ	وَ	جِبْرِيْلَ	وَ	مِيْكَالَ
لفظی ترجمہ	جو	ہے	دشمن	اللہ کا	اور	اسکے فرشتوں	اور اسکے رسول	اور	جبریل کا	اور	میکائیل کا

عرفان القرآن	جو اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہوا۔

فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَO وَلَقَدْ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ آيَاتٍ

متن	فَإِنَّ	اللّٰهَ	عَدُوٌّ	لِّلْكَافِرِيْنَ	وَ	لَقَدْ	أَنْزَلْنَا	إِلَيْكَ	آيَاتٍ
لفظی ترجمہ	تو بیشک	اللہ	دشمن ہے	ایسے کافروں کا	اور	یقیناً	نازل کیں ہم نے	تیری طرف	آیتیں
عرفان القرآن	تو یقیناً اللہ (بھی ان) کا فروں کا دشمن ہے اور بے شک ہم نے آپ کی طرف آیتیں اتاری ہیں۔								

بَيِّنَاتٍ وَّمَايَكْفُرُ بِهَآ إِلَّا الفَاسِقُوْنَO أَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

متن	بَيِّنَاتٍ	وَ	مَا	يَكْفُرُ	بِهَآ	إِلَّا	الفَاسِقُوْنَ	أَوَ	كُلَّمَا	عٰهَدُوْا
لفظی ترجمہ	روشن	اور	نہیں	انکار کرتے	انکا	مگر	فاسق	یہاں تک کہ	جب کبھی	انہوں نے عہد کیا
عرفان القرآن	روشن اور ان کا سوائے نافرمانوں کے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اور کیا جب بھی انہوں نے عہد کیا									

عَهْدًا نَبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِنْهُمْ ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَايُؤْمِنُوْنَO وَ

متن	عَهْدًا	نَبَذَهٗ	فَرِيْقٌ	مِنْهُمْ	بَل	أَكْثَرُهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	وَ
لفظی ترجمہ	کوئی عہدہ	پھینک دیا اسکو	ایک گروہ	ان میں سے	بلکہ	اکثر انکے	نہیں	ایمان رکھتے	اور
عرفان القرآن	تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ کر پھینک دیا۔ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ اور								

لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ

متن	لَمَّا	جَآءَ	هُمْ	رَسُوْلٌ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا	مَعَهُمْ
لفظی ترجمہ	جب	آیا	انکے پاس	ایک رسول	سے	پاس	اللہ کے	تصدیق کرنیولا	اسکی جو	انکے پاس ہے
عرفان القرآن	جب ان کے پاس اللہ کی جانب سے رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں جو ان کے پاس موجود تھی									

نَبَذَفَرِيْقٌ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ ق كِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

متن	نَبَذَ	فَرِيْقٌ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْا	الْكِتَابَ	كِتَابَ	اللّٰهِ	وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ
لفظی ترجمہ	پھینک دیا	ایک گروہ نے	سے	جن کو	دی گئی تھی	کتاب	کتاب کو	اللہ کی	پیچھے	اپنی پیٹھوں
عرفان القرآن	تو (انہی) اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی (اسی) کتاب (تورات) کو پس پشت پھینک دیا									

كَأَنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَO

متن	كَأَنَّ	هُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ
لفظی ترجمہ	گویا کہ	وہ	نہیں	جانتے
عرفان القرآن	گویا وہ (اس کو) جانتے ہی نہیں۔			

تفسیر

اللہ، رسول اور فرشتوں سے دشمنی کا انجام

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ.... الخ

اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور فرشتوں سے دشمنی کا انجام اللہ کی عداوت ہے۔

فائدہ: یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ومقرب بندوں کی دشمنی اللہ تعالیٰ کی عداوت کا باعث بن جاتی ہے۔اس کی تصریح اس حدیث قدسی میں بھی ہے جس میں باری تعالی نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَادَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

"جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔"

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ.... الخ

حقانیت قرآن مجید کی نفی اور اس کی حکم عدولی کرنے والے ہی اصل منکر ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.... الخ

۱۔ شان نبوت محمدی ﷺ کو نظر انداز کرنا یہودی ذہنیت کا خاصہ ہے۔

۲۔ شان محمدی ﷺ کا انکار خود کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔یہود پوری تورات کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ جہاں حضور ﷺ کی نبوت کا اظہار ہوتا اس حصے کو چھپاتے۔گویا حضور کی شان کو چھپانا اور بقیہ عقائد کو ماننا خدا کے ہاں مقبول نہیں۔ (تفسیر منہاج القرآن)

شان نزول آیت کریمہ

ابن صوریا یہودی نے آنحضرت ﷺ سے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ استفسار کیا کہ فرشتوں میں سے وحی کون لاتا ہے؟ فرمایا کہ جبرائیل۔ کہنے لگا وہ فرشتہ تو ہمارا دشمن ہے جو عذاب لے کر آتا رہا ہے۔ اگر میکائیل وحی لاتا ہے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔ کیونکہ وہ خوشحالی اور سلامتی کرنے والا فرشتہ ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر جلالین)

الحدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنهما **أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

"حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے (وہ خصلتیں یہ ہیں): جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑے تو بیہودہ گوئی کرے۔"

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی مرکزی امیر تحریک منہاج القران انٹرنیشنل کا دورہ خیبر پختونخواہ

رپورٹ: مفتی سہیل بشیر رہنما تحریک منہاج آلقرآن پشاور

مجاہد اسلام سلطان العارفین حضرت سید شاہ قبول اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس خیبر پختونخواہ کے دارالمقام پشاور میں مرجع خاص و عام ہے۔ آج سے تقریباً تین سو سال قبل آپ مراکش کے شہر تینجا سے موسم بہار میں برصغیر پاک و ہند کے مشہور شہر پشاور تشریف لائے تھے لہذا ہر سال موسم بہار شروع ہوتے ہی اہل پشاور آپ کی آمد کی خوشی میں ایک شاندار تین روزہ جشن مناتے ہیں۔ جس میں نہ صرف خیبر پختونخواہ بلکہ ملک عزیز کے دیگر صوبوں سے بھی معتقدین کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ امسال درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین پیر طریقت حضرت آغا یحییٰ زاہد گیلانی کی خصوصی دعوت پر مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی نے بطور مہمان خصوصی جشن کی تقریبات میں حصہ لیا۔ جشن کی گونا گوں تقریبات کے چند خاص پروگراموں میں ایک نمایاں پروگرام تحریک منہاج القران ویمن لیگ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان محفل میلاد کا انعقاد تھا جس کی صدارت درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین کی اہلیہ محترمہ نے کی اور مہمان خصوصی مرکزی امیر تحریک کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ ویمن لیگ پشاور کی صدر صاحبہ نے خواتین کی ایک کثیر تعداد کو اس شاندار محفل میلاد کے ذریعے تحریک منہاج القران کے مشن کا پیغام پہنچایا۔ اسی دِن درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین کی خصوصی دعوت پر معززین شہر خاص کر پشاور یونیورسٹی اور متعلقہ کالجوں کے پروفیسروں اور وکلاء کی ایک کثیر تعداد نے محترم امیر تحریک کے ساتھ تحریک کے سر پرست اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اشاعت اسلام کے عالمی پروگرام کے بارے میں سوال و جواب کی ایک خصوصی نشست کی جس سے حاضرین کو بہت مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ جشن کے آخری روز کی تقریبات کا منفرد پروگرام تحریک منہاج القرآن پشاور کے زیر اہتمام ’’عرفان القرآن کورس‘‘ اور ’’آئیں دین سیکھیں‘‘ میں تقسیم اسناد و انعامات کا تھا۔ دونوں کورس درگاہ عالیہ کے حجرہ مبارک میں کچھ عرصہ پہلے شروع کرائے گئے تھے۔ مرکزی نظامت تربیت کے محترم قاری حافظ محمد حسنین فریدی (سکالر کالج آف شریعہ منہاج القرآن) نے بہت محنت سے ان کورسز کی تکمیل کی۔ اہل پشاور کی ایک بہت بڑی تعداد خاص کر اہل سادات کے صاحبزدگان نے استفادہ کیا۔ محترم مرکزی امیر تحریک کی موجودگی میں درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین نے اپنی زیر کفالت دونوں کورس مستقل طور پر چلانے کا اعلان کیا۔ فروغ دین کے اس شاندار کام

کو دیکھ کر پشاور کے سادات خاندان کے دیگر سجادہ نشینوں نے بھی اپنی اپنی درگاہوں پر ان مفید دینی کورسز کے چلانے کی استدعا کی۔ جس پر محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل نے سادات پشاور کے اس جذبہ کو سراہا اور پشاور تنظیم کے قائدین کو دین مبین کی ترویج اور تحریک کے مشن کو فروغ دینے کے لئے پشاور میں خصوصی انتظامات کرنے کی ہدایات دیں۔

محترم امیر تحریک نے درگاہ عالیہ کی لائبریری کے لیے حضرت شیخ الاسلام مدظلہ کی منفرد کتابوں کا ایک سیٹ محترم سجادہ نشین کو پیش کیا اور کورسز میں نمایاں اعزاز حاصل کرنے والوں کو بھی حضرت شیخ الاسلام کی کتابیں تحفہ میں پیش کیں۔ اس موقع پر شان اولیاء کے حوالہ سے محترم مرکزی امیر تحریک اور علماء کونسل کوہاٹ کے صدر حافظ عبد الجلیل کے خطابات کو سامعین کی ایک بہت بڑی تعداد نے بہت ذوق وشوق سے سنا۔ درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین نے تحریک اور قائد تحریک کی عالمی دینی خدمات کے بارے میں تفصیل سے گفتگو فرمائی۔

محترم مرکزی امیر تحریک نے اپنے دورہ پشاور میں تنظیم کے موجودہ مقامی راہنماؤں کے علاوہ تحریک کے پرانے ساتھیوں سے بھر پور ملاقاتیں کیں اور ان کو حضرت شیخ الاسلام کا سلام پیش کیا۔ محترم مرکزی امیر تحریک نے سابق وفاقی وزیر محترم یونس الٰہی سیٹھی مرحوم کے ارتحال کی تعزیت کے لئے مرحوم کے بھائی سابق صوبائی صدر تحریک منہاج القرآن محترم ضیا اکبر سیٹھی کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور مرحوم کے اہلخانہ اور بیٹوں سے خصوصی ملاقات کی اور ان کو حضرت شیخ الاسلام مدظلہ کا پیغام تعزیت پیش کیا اور دعا فرمائی۔ محترم مرکزی امیر تحریک خاص طور پر پشاور پریس کلب تشریف لے گئے اور محترم ناصر حسین نو منتخب جنرل سیکرٹری کو تحریک کی جانب سے مبارکباد دی اور مقامی صحافی احباب سے خطاب فرمایا۔ محترم مرکزی امیر تحریک نے اپنے سہ روزہ دورۂ پشاور میں آخری روز ادارہ البصیرہ اسلام آباد کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ’’انٹرنیشنل وحدت امت کانفرنس‘‘ میں شرکت فرمائی اور اپنے بصیرت افروز خطاب سے شرکاء کو محظوظ کیا۔ کانفرنس کے چیف آرگنائزر ڈاکٹر ثاقب اکبر نے خوبصورت الفاظ میں محترم مرکزی امیر تحریک کے پر اثر خطاب کو سراہا اور سر پرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن کی عالمی خدمات پر روشنی ڈالی، کانفرنس میں یوروپ اور ایشیا کے نامور سکالرز کے علاوہ پاکستان کی تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کے سربراہان بھی کانفرنس میں موجود تھے۔

اسی دن پشاور سے واپسی پر مرکزی امیر تحریک نے درگاہ عالیہ مانکی شریف کے سجادہ نشین پیر طریقت حضرت سید روح الامین صاحب کی عیادت کی اور ان کو حضرت شیخ الاسلام کا پیغام دیا۔ جس پر حضرت پیر صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ ☆☆☆☆☆

تقریب بین المذاہب انٹرنیشنل کے اعلیٰ سطحی وفد کی تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ آمد اور قائدین تحریک سے ملاقات

گذشتہ دنوں طے شدہ پروگرام کے مطابق تقریب بین المذاہب اسلامی انٹرنیشنل کے سیکرٹری جنرل محترم المقام آیت اللہ شیخ محمد علی تسخیری کی سربراہی میں ایک اعلیٰ سطحی وفد جس میں تہران یونیورسٹی کے سابق ڈین پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر احدی، محترم محمد حسین بنی اسدی کونصلیٹ جنرل اسلامی جمہوریہ ایران لاہو، محترم ڈاکٹر عباس فاموری ڈائریکٹر جنرل خانۂ فرہنگ اور پاکستان چیپٹر کے صدر محترم علامہ سید نیاز حسین نقوی نے تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ کا خیر سگالی کا دورہ کیا اور قائدین تحریک سے ملاقات کی۔ ملاقات میں مرکزی امیر تحریک محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی کے علاوہ محترم جی ایم ملک (پرنسپل سیکرٹری ٹو قائد محترم)، پرنسپل کالج آف شریعہ ڈاکٹر عبیداللہ رانجھا، شیخ الادب علامہ محمد نواز ظفر، مرکزی ناظم رابطہ علماء و مشائخ صاحبزادہ محمد حسین آزاد الازہری، ناظم امور خارجہ محترم راجہ جمیل اجمل، ناظم اجتماعات محترم محمد جواد حامد، نائب ناظم اعلیٰ محترم رانا فیاض احمد، ناظم علماء کونسل پنجاب علامہ میر محمد آصف اکبر، ناظم میڈیا محترم قاضی فیض الاسلام، ناظم ویلفیئر محترم افتخار شاہ بخاری، ناظم مالیات محترم جاوید اقبال قادری شامل تھے۔

اس موقع پر مرکزی امیر تحریک نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے تحریک کے عظیم مشن اور حضرت شیخ الاسلام کی خدمات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی، تحریک کے شعبہ جات اور قائدین کا مختصر تعارف کروایا اور تحریک کے مرکزی سیکرٹریٹ کو تقریب بین المذاہب اور اسلامی مسالک کے درمیان رواداری اور فروغ امن و محبت کا مرکز قرار دیا۔

مہمان خصوصی محترم آیت اللہ الشیخ محمد علی تسخیری نے نہایت پرمسرت انداز میں تحریک کے مرکز پر دوسری مرتبہ آمد اور قائدین تحریک سے ملاقات کو سراہا اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی عظیم علمی و تجدیدی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ شیخ الاسلام سے ملاقات اور ان کے دیدار کے متمنی ہیں اور تحریک کے قائدین کو ایران کے دورہ کی بھی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنے عظیم خطابات کے ذریعے دین اسلام کے اصل چہرے کو دنیا پر ظاہر کرنا اور جہاد بالقلم کے ذریعے دین کے پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانے کا کام شیخ الاسلام کا خاصہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی شیخ الاسلام کی بعض کتب کے فارسی میں ترجمے کروا کر ایران میں انہیں شائع کیا ہے اور اس پر مزید کام کرنے کو تیار ہیں۔

آخر میں مرکزی امیر تحریک نے وفد کا شکریہ ادا کیا اور قائد محترم کی بعض کتب اور CD's تحفۃً مہمانوں کو پیش فرمائیں جس کے بعد مہمانوں کو ظہرانہ دیا گیا۔

بیرون ملک سرگرمیاں

محترمہ غزالہ حسن قادری کا ڈنمارک میں شاندار استقبال اور تربیتی نشست سے خطاب

رپورٹ: شبانہ احمد

منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی جنرل سیکرٹری غزالہ حسن قادری مورخہ 02 مئی 2012ء کو چار روزہ تنظیمی دورہ پر ڈنمارک پہنچیں تو کوپن ہیگن ایئر پورٹ پر تحریکی کارکنان کی ایک کثیر تعداد خوش آمدید کہنے کے لئے موجود تھی۔ جن میں ڈنمارک کے صدر محترم سید محمود شاہ، محترم حافظ سجاد (صدر منہاج القرآن ویلبی)، محترم معظم بٹ (صدر منہاج القرآن نورتھ ویسٹ ڈنمارک)، محترمہ نفیس فاطمہ (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ ڈنمارک)، محترمہ کنول بٹ (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ ویلبی)، محترمہ نجمہ مرتضیٰ (صدر منہاج ویمن لیگ آما)، محترمہ فرحین عامر (صدر منہاج ویمن لیگ نورتھ ویسٹ) شامل ہیں۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈنمارک کوپن ہیگن نورتھ ویسٹ میں مورخہ 03 مئی 2012ء کو منہاج ویمن لیگ کے لئے ایک خصوصی تربیتی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں منہاج القرآن ویمن لیگ انٹرنیشنل کی جنرل سیکرٹری محترمہ غزالہ حسن قادری نے خصوصی گفتگو کی۔

محترمہ غزالہ حسن قادری نے تمام شرکاء کو دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کی خصوصی تاکید کی اور کہا کہ الحمد للہ منہاج القرآن ڈنمارک کی بنیادیں اب بہت مضبوط ہو چکی ہیں۔ اب ہم نے مشن کو لوگوں تک پہنچانے اور مشن سے وابستہ کرنے پر توجہ دینی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ تب تک ممکن نہیں جب تک منہاج القرآن کی ہر ممبر کی صحیح طریقے سے تربیت نہ کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اب وقت آچکا ہے کہ ہماری سسٹرز مشن کے پیغام کو آگے لے کر چلیں اور اپنی دعوتی خدمات سرانجام دیں۔ اس موقع پر انہوں نے ایک سوال کے جواب میں بچوں کی تربیت اور پرورش کے حوالہ سے نہایت خوبصورت اور جامع گفتگو کی۔

منہاج القرآن نورتھ ویسٹ کا دورہ: منہاج القرآن ویمن لیگ انٹرنیشنل کی جنرل سیکرٹری محترمہ غزالہ حسن قادری نے مورخہ 02 مئی 2012ء کو منہاج القرآن نورتھ ویسٹ کوپن ہیگن کے مرکز کا دورہ کیا۔

منہاج القرآن ویمن لیگ ڈنمارک کی محترمہ صدر نفیس فاطمہ نے محترمہ غزالہ حسن قادری کو مرکز کے

مختلف شعبہ جات کے حوالہ سے تفصیلات سے آگاہ کیا اور وزٹ کرایا۔ یاد رہے کہ منہاج القرآن کوپن ہیگن کا یہ مرکز یورپ میں منہاج القرآن کے تمام مراکز سے بڑا اور خوبصورت مرکز ہے ۔محترمہ غزالہ حسن قادری نے اتنا بڑا اور خوبصورت مرکز خریدنے پر اور احسن انداز میں چلانے پر تمام رفقاء وارا کین و وابستگان کو مبارکباد پیش کی۔ اس موقع پر منہاج ویمن لیگ اور منہاج سسٹرز لیگ نے منہاج ویمن لیگ کی جنرل سیکرٹری کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا۔

عشائیہ کی تقریب میں محترمہ نفیس فاطمہ، محترمہ فرحین عامر، محترمہ سمیرا راجہ، محترمہ شبانہ احمد، محترمہ آمنہ اسحاق، محترمہ مسرت ظہور احمد، محترمہ زنیرا مرزا، محترمہ صائمہ حسین اور محترمہ حفصہ ملک کے علاوہ بڑی تعداد میں ممبران اور وابستگان نے شرکت کی۔

عشائیہ تقریب: منہاج القرآن ویمن لیگ ویلھی (ڈنمارک) کی طرف سے منہاج القرآن کی سپریم کونسل کی ممبر اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سیکرٹری جنرل محترمہ غزالہ حسن قادری کے اعزاز میں مورخہ 05 مئی 2012ء کو عشائیہ دیا گیا۔

عشائیہ کی تقریب میں منہاج القرآن ویلھی اور سسٹرز لیگ کی ممبران نے محترمہ غزالہ حسن قادری سے ملاقات کی اور فردا فردا جملہ ممبران سے تنظیمی حوالہ سے گفتگو کی اور سوال وجواب کی نشست کی۔ عشائیہ کی تقریب میں منہاج القرآن اوڈنسے کی ویمن لیگ اور سسٹرز لیگ بھی موجود تھیں۔ عشائیہ میں صدر منہاج القرآن ویمن لیگ ویلھی کنول بٹ، نائب صدر بشریٰ خالد، نائب صدر دوم کوکب اوپل، جنرل سیکرٹری تہمینہ چودھری، جوائنٹ سیکرٹری سمیہ یوسف، انفارمیشن سیکرٹری صائمہ شاہ نواز، فنانس سیکرٹری ثریا قریشی، ناظمہ اجتماعات زینب احمد اور قمر یوسف کے علاوہ دیگر عہدیداران اور وابستگان بھی موجود تھیں۔

آما سنٹر کا دورہ: منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی جنرل سیکرٹری غزالہ حسن قادری نے مورخہ 03 مئی 2012ء کو منہاج القرآن اسلامک سنٹر آما، کوپن ہیگن (ڈنمارک) کا دورہ کیا۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی صدر نجمہ مرتضیٰ نے اپنی ٹیم کے ہمراہ غزالہ حسن قادری کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر محترمہ غزالہ حسن قادری نے استقبال کے لئے آنے والی بہنوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں شیخ الاسلام کی زندگی اور ان کی فکر کے بارے میں تفصیلی بریفنگ دی۔ منہاج القرآن ویمن لیگ نے محترمہ غزالہ حسن قادری کے اعزاز میں ایک پرتکلف عشائیہ کا اہتمام کیا جس میں صدر منہاج القرآن ویمن لیگ آما

سنٹر نجمہ مرتضٰی، نائب صدر ناہید طارق، جنرل سیکرٹری کوثر نگینہ، جوائنٹ سیکرٹری نغمہ پروین، انفارمیشن سیکرٹری نگینہ سجاد، فنانس سیکرٹری شگفتہ ممتاز، منہاج سسٹر ز آما سنٹر اور وابستگان کے علاوہ محترمہ نفیس فاطمہ اور محترمہ جمیلہ غفور (برطانیہ) نے بھی شرکت کی۔

ویروبروپارکن (ڈنمارک) کا دورہ: ڈنمارک میں سب سے پہلے منہاج القرآن کا آغاز ویروبروپارکن سے ہوا، یہاں آج بھی منہاج القرآن سے وابستہ فیملیز کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ مورخہ 04 مئی 2012ء کو منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی جنرل سیکرٹری محترمہ غزالہ حسن قادری نے ویربروپارکن کا دورہ کیا۔

انہوں نے نوجوان نسل کی تربیت کے حوالہ سے خصوصی گفتگو فرمائی جس میں انہوں نے اپنے گھریلو ماحول کو اسلام کے مطابق بنانے اور بچوں کو دین اسلام سے آشنا کروانے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے حلقہ درود قائم کرنے کی ترغیب دی جس کو خواتین نے سراہا۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس (اوڈنسے): منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی جنرل سیکرٹری محترمہ غزالہ حسن قادری نے مورخہ 04 مئی 2012ء کو منہاج القرآن ویمن لیگ اوڈنسے (ڈنمارک) کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی عظیم الشان معراج النبی صلی اللہ علیہ وآل وسلم کانفرنس میں شرکت کی اور خصوصی خطاب کیا۔

محترمہ غزالہ حسن قادری کے ساتھ منہاج القرآن ویلبی، نورتھ ویسٹ اور آما کی ممبران کے علاوہ کثیر تعداد میں خواتین بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئیں۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت محترمہ عابدہ حسین نے حاصل کی۔ محترمہ عائزہ، محترمہ حفصہ، محترمہ بیلہ، محترمہ نساء، محترمہ عمارہ، محترمہ مظفر اور محترمہ شبانہ احمد نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ منہاج یوتھ سسٹرز لیگ نے قصیدہ بردہ شریف اور درود پاک پیش کیا۔ محترمہ سارہ یوسف سے ڈینش زبان میں نماز کی اہمیت کے حوالہ سے گفتگو کی۔ محترمہ نفیس فاطمہ نے معزز مہمان محترمہ غزالہ حسن قادری کا تعارف پیش کیا۔

محترمہ غزالہ حسن قادری نے اپنے خطاب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشکلات و مصائب کا ذکر کیا اور بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کی خاطر کیسے کیسے مظالم برداشت کیے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی

کرتے ہوئے دین اسلام کے فروغ کے لئے جدوجہد کرنی ہے اور اس راستے میں جتنی بھی مشکلات ومصائب آئیں ان کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرنا ہے۔ پروگرام کا اختتام محترمہ جمیلہ غفور کی خصوصی دعا سے ہوا۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس (کوپن ہیگن): منہاج القرآن انٹرنیشنل کوپن ہیگن کے مرکز نورتھ ویسٹ میں منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام مورخہ 05 مئی 2012ء کو ایک عظیم الشان میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ایک ہزار سے زائد خواتین نے شرکت کی۔ کانفرنس کی مہمان خصوصی منہاج القرآن سپریم کونسل کی ممبر اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سیکرٹری جنرل محترمہ غزالہ حسن قادری تھیں۔ دیگر مہمانوں میں برطانیہ سے محترمہ نوشازہ فیاض (نیلسن) اور محترمہ عنبرین حسین (لندن) نے بھی شرکت کی۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا جس کی سعادت محترمہ حلیمہ اوپل نے حاصل کی اور حمد باری تعالیٰ شبانہ احمد نے پیش کی۔ محترمہ ثمیلہ قریشی، منہاج نعت کونسل ویلبی، منہاج نعت کونسل اوڈنے اور نورتھ ویسٹ نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نعتوں کی صورت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ محترمہ حلیمہ اوپل نے موضوع کی مناسبت سے ڈینش زبان میں تقریر کی۔ محترمہ مسرت ظہور نے منہاج القرآن ویمن لیگ کا تعارف پیش کیا اور ڈنمارک میں منہاج القرآن کی سرگرمیوں سے خواتین کو آگاہ کیا۔ محترمہ جمیلہ غفور نے خوبصورت انداز میں نعتیہ اشعار پیش کئے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ ڈنمارک کی سرپرست محترمہ نفیس فاطمہ نے معزز مہمان کا تعارف پیش کی اور انہیں خطاب کی دعوت دی۔ مہمان خصوصی محترمہ غزالہ حسن قادری نے اپنے خطاب میں ایمان کی حقیقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے سمجھائی۔ انہوں نے کہا کہ لا الہ الا اللہ ایمان کی چھت اور محمد رسول اللہ اس کی سیڑھی ہے۔ اللہ سے رسائی اسی صورت میں ممکن ہے کہ پہلے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی حاصل کی جائے اور ان تک رسائی ان سے محبت کے بغیر ممکن نہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ کی روشنی میں بتایا کہ اللہ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بغیر ممکن وقبول نہیں۔ دین کی تکمیل دو چیزوں پر عمل کرنے سے ہوتی ہے ایک اسلام کی تعلیمات پر عمل اور دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت وعشق کرنے سے۔ اللہ کا نظام ہے کہ ہر جسم کی ایک روح ہوتی ہے، دین کا جسم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ ہیں اور اس کی روح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔ جس طرح جسم سے روح نکل جائے تو وہ جسم مردہ ہوجاتا ہے اسی طرح اگر دین کے جسم سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نکل جائے تو وہ مردہ ہوجائے گا۔

محترمہ غزالہ حسن قادری نے مزید کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ جو حد سے نہ گذرے وہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں ہے۔ ہر محبت کی حد ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حد نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ ہمیں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جتنی محبت ہوگی ہمارا ایمان اتنا ہی مضبوط ہوگا اور اتنی ہی اللہ رب العزت کی معرفت نصیب ہوگی۔محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین ذریعہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنا اور کثرت سے درود وسلام پڑھنا ہے۔ پروگرام کے اختتام پر کنول بٹ نے سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور محترمہ نفیس فاطمہ نے منہاج القرآن ویمن لیگ کی طرف سے مہمانوں کو تحائف پیش کیے۔ کانفرنس میں منہاج لائبریری کی طرف سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتب وکیسٹس کا سٹال لگایا گیا تھا جس سے خواتین کی بڑی تعداد میں خواتین نے خریداری کی۔محترمہ کوکب اوپل نے سلام پیش کی جبکہ محترمہ جمیلہ غفور نے خصوصی دعا کرائی۔

گولڈ میڈل کا اعلان: بانی و سرپرست اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مورخہ 05 مئی 2012ء کو منہاج القرآن ڈنمارک ویلبی مرکز میں منہاج القرآن ویمن لیگ اور سسٹرز لیگ سے خصوصی ٹیلی فونک گفتگو فرمائی اور انہیں سکینڈینیویا کی خواتین کی سب سے بڑی میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرانے پر مبارکباد اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ڈنمارک کی چاروں خواتین تنظیمات اور سسٹرز ونگ کی مشن کے لئے کی گئی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل کا اعلان فرمایا اور ان کی مزید ترقی اور کامیابی کیلئے خصوصی دعا فرمائی۔

واپسی: منہاج القرآن کی سپریم کونسل کی ممبر اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سیکرٹری جنرل محترمہ غزالہ حسن قادری ڈنمارک کا 4 روزہ کامیاب دعوتی وتنظیمی دورہ مکمل کرنے کے بعد مورخہ 08 مئی 2012ء کو کینیڈا کے لئے روانہ ہوگئیں۔

کوپن ہیگن ایئرپورٹ (ڈنمارک) پر منہاج القرآن ویمن لیگ کی عہدیداران کی ایک بڑی تعداد انہیں الوداع کہنے کے لئے موجود تھی جن میں منہاج القرآن ویلبی، نورتھ ویسٹ، آما کی عہدیداران کے علاوہ بلال اوپل (جنرل سیکرٹری ڈنمارک)، حافظ سجاد (صدر ویلبی)، معظم بٹ (صدر نورتھ ویسٹ)، عامر حسین (ناظم تعلیمات ڈنمارک) اور خالد بٹ (نائب صدر ویلبی) بھی موجود تھے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

وزٹس شیڈول بسلسلہ تربیتی ورکشاپ و تنظیم نو

تاریخ	تحصیلات	مرکزی نمائندگان
1 تا 2 جون	مانانوالہ، ننکانہ صاحب، کھرڑیانوالہ، جڑانوالہ	محترمہ گلشن ارشاد، محترمہ افنان بابر
3 جون	واہ کینٹ، ہری پور، ٹیکسلا	محترمہ نوشابہ ضیاء، محترمہ ساجدہ صادق
6 تا 7 جون	بھلوال، سرگودھا سٹی، سرگودھا شرقی، سلانوالی	محترمہ ساجدہ صادق، محترمہ شاکرہ چوہدری، محترمہ نائلہ جعفر
8 تا 9 جون	شیخوپورہ، خانقاہ ڈوگراں، حافظ آباد، سانگلہ ہل	محترمہ نوشابہ ضیاء، محترمہ افنان بابر
9 تا 10 جون	گوجر خان، سرائے عالمگیر، دینہ، لالہ موسیٰ	محترمہ ساجدہ صادق، محترمہ گلشن ارشاد
11 جون	گوجرہ، جھنگ	محترمہ نوشابہ ضیاء، محترمہ افنان بابر
21 جون	شکر گڑھ، نارووال	محترمہ ساجدہ صادق، محترمہ افنان بابر
24 جون	گوجرانوالہ	محترمہ ساجدہ صادق، محترمہ گلشن ارشاد

درج بالا شیڈول کے مطابق مرکزی نمائندگان نے وزٹس کیئے۔ ان دورہ جات کے مقاصد۔

۱۔ مجلس شوریٰ کے فیصلہ جات کا کارکنان تک پہنچانا۔
۲۔ آمد قائد سے قبل کارکن کی ذمہ داریاں
۳۔ تنظیمی نیٹ ورک میں توسیع
۴۔ فکری ونظریاتی کارکنان کی تیاری
۵۔ MSM کا قیام اور فروغ
۶۔ دعوتی و تربیتی پراجیکٹس کا فروغ
۷۔ سمر کیمپس + اعتکاف کی تفصیلات کی آگاہی۔

ان تربیتی ورکشاپس میں ہر علاقہ کے تحصیلی ذمہ داران نیز یونین کونسل اور یونٹ کے کارکنان نے بھی شرکت کی۔ مرکزی نمائندگان نے مجلس شوریٰ کے فیصلہ جات کا اعلان کیا اور تنظیمی نیٹ ورک کے فروغ کے لئے تنظیمی ڈھانچہ اور ذمہ داریوں پر گفتگو کی۔ دعوتی اور تربیتی پراجیکٹس جن میں حلقہ درود وفکر، حلقہ عرفان القرآن، عرفان القرآن کورس، کانفرنسز و محفل، سی ڈی ایکسچینج، الرحلہ اور آئیں دین سیکھیں وآئیں حدیث سیکھیں کورسز کے انعقاد اور نتیجہ خیزی پر بریفنگ دی۔

استقبال قائد کے لئے فکری و نظریاتی کارکنان کی تیاری اور MSM کی طالبات کی شرکت پر بھی بریفنگ دی گئی۔ ویمن اعتکاف میں تقسیم شدہ کوٹہ اور دی گئی ہدایات کے مطابق کارکنان کی شرکت کو یقینی بنانے پر زور دیا گیا۔ نیز سمر ووکیشنز میں ہونے والے مرکزی سمر کیمپس کی تفصیلات اور طالبات و معلمات کی تیاری پر بھی ہدایات دی گئی۔ کارکنان کو ''ایک کارکن ایک بس کے نعرہ'' کے تحت استقبال قائد کے موقع پر افرادی قوت کے ٹارگٹس کی تیاری کے لئے بریفنگ دینے کے بعد عہد لیا گیا کہ وہ اپنی کاوشوں کو تیز تر کرکے اپنے قائد کا عظیم الشان استقبال کریں گے۔

آئیں دین سیکھیں کورس

تحصیل سمبڑیال میں آئیں دین سیکھیں کورس محترمہ شہناز جمیل سینئر نائب صدر کی زیر نگرانی منعقد کیا گیا۔ مزید براں کورس کی انتظامیہ میں MWL کی دیگر کارکنان بھی شامل رہیں۔ کورس کے شرکاء کی تعداد 60 کے قریب تھی جبکہ 45 نے کامیابی سے کورس مکمل کیا۔ کلاس کے وزٹ کے لئے یونین کونسل رندھیر، یونین کونسل حبیب پور کی بہنیں بھی تشریف لائیں جنہوں نے کورس کی افادیت دیکھ کر اپنی UC میں بھی ایسے کورس کروانے کا عہد کیا۔ آخری دن تقسیم اسناد کی تقریب ہوئی جس کے مہمان خصوصی محمد جمیل جمالی سینئر نائب صدر TMQ اور سکول کے پرنسپل اللہ دتہ بھٹی تھے۔ علامہ سید مظہر شاہ نے نہایت خوبصورتی سے معلم کے فرائض سرانجام دیئے۔ جس پر MWL سمبڑیال ان کی مشکور ہے۔

محفل میلاد النبی ﷺ۔ کندوال۔ جہلم

مورخہ 3 جون بروز اتوار گاؤں کندوال تحصیل پنڈ دادنخان میں تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام خواتین کے لئے پہلا میلاد پروگرام ملک فیاض حیدر کے گھر انعقاد پذیر ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول ﷺ سے ہوا۔ نقابت کے فرائض محترمہ طاہرہ نے انجام دیئے اور ضلع راولپنڈی کی ناظمہ گل رعناء نے تحریک کے مقاصد اور نماز پر خصوصی گفتگو کیا۔ اس محفل پاک میں تقریباً 250 سے زائد خواتین نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ پی پی A13 کی صدر زہرہ بی بی نے بھی مختصر خطاب کیا۔ 15 خواتین نے رفاقت اور ایک نے لائف ممبر شپ اختیار کی۔ 6 خواتین بطور کارکن کام کرنے کے لئے تیار ہوئیں۔ پروگرام کا اختتام دعا اور درود و سلام پر ہوا۔